سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کے حالاتِ زندگی

حالات ۔ واقعات ۔ کمالات اور اُمتِ مسلمہ کی بیش بہا خدمات

سیرت سیدنا ابوہریرہؓ

(حافظ) محمد اقبال رنگونی ○ فاضل مظاہر العلوم سہارنپور

○ مقدمہ ○

حضرۃ العلامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن)

ناشر

دار المعارف ۔ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

○ حافظ الحدیث ○

سیّدنا حضرت ابوہریرہؓ کے حالاتِ زندگی

حالات - واقعات - کمالات اور اُمّتِ مسلمہ کی بے مثال خدمات

سیرتِ ابی ہریرہؓ

(حافظ) محمد اقبال رنگونی ○ فاضل مظاہر العلوم سہارنپور

○ مقدمہ ○

حضرۃ العلاّمہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی ایم اے پی ایچ ڈی (لندن)

○

ناشر: دارُ المعارف ○ الفضل مارکیٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

اشاعت ——————— ۱۹۸۷ء
تعداد ——————— ایک ہزار
مطبع ——————— عرفان افضل پریس لاہور
ناشر ——————— دارالمعارف اُردو بازار، لاہور
ہدیہ ——————— ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ
مکتبہ ختم نبوت، الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور، پاکستان
دفتر تنظیم اہل سنت، ابدالی روڈ، نواں شہر ملتان

THE ISLAMIC ACADEMY OF MANCHESTER 19-CHORLTON TERRACE
OFF UPPER BROOK STREET MANCHESTER 13

ترتیب

مقدمہ ۷
اہل کتاب کا احساس کمتری ۷
مستشرقین کا علمِ حدیث پر حملہ ۷
کھیت کھلیان کی چوکس کرنے والا کتا ۸
حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمر کی روایات میں فرق اور پھر رفع اختلاف ۸
حدیث میں تین استثناء تھے۔ ۹
مرزا غلام احمد کا حضرت ابوہریرہ پر حملہ ۱۰
مرزا غلام احمد قادیانی کا نظریہ حدیث ۱۰
علامہ ذہبی کا بیان ۱۱
حضرت ابوہریرہ ایک مفسر کی حیثیت سے ۱۲
حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ حضرت مریم رحمت الٰہی کے سایہ میں (قرآن) ۱۲
آپکے فہم قرآن کی ایک اور مثال ۱۳
نماز فجر میں دن رات کے فرشتے جمع ۱۳
آپکے فہم قرآن کی ایک اور مثال ۱۴
حضرت عیسیٰ ابھی تک مرگ آشنا نہیں ۱۴
لیومنن بہ قبل موتہ میں مرجع ضمائر ۱۵
حضرت شاہ ولی اللہ کا ترجمہ قرآن ۱۵
مرزا غلام کا حضرت ابوہریرہ پر ایک اور حملہ ۱۶
مرزا کا حضرت عبداللہ بن مسعود پر حملہ ۱۷
حضرت ابوہریرہ ایک مجتہد کی حیثیت سے ۱۸
کوہِ طور پر کعب احبار سے بحث ۱۸
حضرت ابوہریرہ اور قرأۃ خلف الامام ۱۹
عصر کا وقت مثلین پر ہوتا ہے ۲۱
بعض کتب اصول میں آپ کے تفقہ کا انکار اضافی اعتبار سے ہے ۲۲
حضرت ابوہریرہ ایک محدث کی حیثیت سے ۲۲
حضرت ابوہریرہ کا نظریہ حدیث ۲۲
کذب کے معنی ہمیشہ جھوٹ کے نہیں کبھی خلافِ واقع بات کو کذب کہہ دیتے ہیں۔ ۲۳
حضرت عمر اور کثرت روایت ۲۴
اہل عراق کا اشتغال بالقرآن ۲۵
حضرت ابوہریرہ پر شیعہ علماء کی جرح ۲۵

حضرت عمر کے منع روایت کا مطلب ۲۶
حضرت امام ابوحنیفہ پر افتراء ۲۷
حضرت ابوہریرہ پر کعب کی روایات سے حدیث کے اختلاط کا الزام ۲۷
حضرت ابوہریرہ پر شطرنج کھیلنے کا الزام ۲۹
شطرنج کے مختلف انواع و انداز ۳۰
علامہ دمیری کا حیٰوۃ الحیوان میں فتویٰ ۳۰
امام زین العابدین سے شطرنج کھیلنے کی روایت ۳۱
حضرت ابوہریرہ حضور کے سامنے ادباً حدیث نہ لکھتے تھے۔ ۳۲
حضور کی وفات کے بعد آپ نے حدیث کے دفاتر لکھے۔ ۳۲
آپ سے آٹھ سو شاگردوں نے سند لی ۳۲
دربارِ رسالت میں آپ کس اندازِ محبت میں بلائے جاتے تھے۔ ۳۴

اربعین ابی ہریرہ

وضو اور کھانے کے آداب ۳۵
صحبت اور سواری کے آداب ۳۶
نیا کپڑا پہننا اور ماتحتوں سے حسن سلوک ۳۷
حکام کو سیرت اپنانے کی دعوت ۳۸
اسلام میں عدل کی فضیلت ۳۹
آیت بھلانے کی وعید اور گالی سے بچنے کا صلہ ۴۰
یتیموں اور بیواؤں کی مدد ۴۱
اندھیرے میں مسجدوں کو جانا ۴۱
محتاج و فقیر سے حسن سلوک ۴۲
کسی کو اعتراض کا نشانہ نہ بناؤ ۴۴
آخرت میں رفاقت نبوت ۴۶
قرآن پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت ۴۷
دنیا اور آخرت میں اچھی شہرت ۴۸
صلہ رحمی اور غلام آزاد کرنا ۴۹
بھوکے کو کھلانا اور نیکی کو کم نہ جاننا ۵۰
مسلم بھائی کی چھینک اور اسکے لئے طلب مغفرت ۵۱
صبح و شام کا وظیفہ ۵۲

سیرت ابی ہریرہ ۵۳

نام عبدالشمس ۵۳
اسلام لانے سے پہلے ۵۴
والدین کا تعارف ۵۴
آپ کا حلیہ شریف ۵۵

حضور کے پاس آنا ۵۵
بھاگا غلام مل گیا ۵۶
اسلام لانا، ہجری میں ۵۶
کنیت ۵۶
بلی رکھنے کا واقعہ ۵۷
والدہ کا اسلام ۵۸
خلق میں مقبولیت ۵۹
والدہ کے لئے طلب دعا ۶۰
والدہ سے حسن سلوک ۶۱
جہاد اور والدہ کی خدمت ۶۲
اہل وعیال ۶۲
اہل صفہ میں سے ہونا ۶۳
اہل صفہ کا فقر ۶۴
حضرت سیدنے کنیز مانگی ۶۵
اہل صفہ کی خبر گیری ۶۶
آپ کی مرویات ۶۷
حافظے کی دولت ۶۸
امت کے حفاظ ۶۸
ابوزرعہ ابو یوسف ترمذی ۷۰

قتادہ اور مامون ۷۱
ابوہریرہ کے لئے دعاء ۷۲
حجت حدیث کی ایک دلیل ۷۵
عبداللہ بن عمرو کی مرویات زیادہ ۷۸
ابوہریرہ کا وطن مدینہ بن گیا تھا ۷۸
عبداللہ بن عمرو کی دیگر مصروفیات ۷۹
قوتِ حافظہ کے چند واقعات ۸۰
ابوزرعہ کا واقعہ ۸۰
حضرت سعید مقبری کا بیان ۸۲
حضرت کعب سے مناظرہ ۸۳
ارشادِ نبوت کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی ۸۴
حضرت عائشہ سے تصدیق ۸۵
عبداللہ بن عمر کی تصدیق ۸۶
مصطفیٰ حسن السباعی کا بیان ۸۷
آندھی کے متعلق حدیث ۸۹
حفظ حدیث کے لئے قربانی ۹۰
بے ہوشی سے گرے رہنا ۹۱
دودھ کا پیالہ اور معجزہ نبوت ۹۳

حضرت ابوہریرہ پر خوشحالی	۹۸	آپ کا شوق عبادت	۱۱۹
حرص حدیث	۱۰۰	میزبانی اور مہمان نوازی	۱۲۱
کتمان علم سے بچنے کی تلقین	۱۰۰	تواضع اور انکساری	۱۲۱
حدیث کا منبع وحی الٰہی	۱۰۱	ملاقات الٰہی کا شوق	۱۲۱
حضور کی شفاعت کسے ملے گی	۱۰۲	بخار سے محبت	۱۲۲
حدیث پر فقہ کا اطلاق	۱۰۳	تمام مسلمانوں کو وصیت	۱۲۲
حدیث پر علم کا اطلاق	۱۰۳	مسلمان کو کیسے رخصت کرنا	۱۲۳
حضرت ابوہریرہ کی جرأت سوال	۱۰۳	جنازہ دیکھتے وقت	۱۲۳
میراثِ نبوی کا مسئلہ	۱۰۵	اللہ کا شکر ادا کرنا	۱۲۴
میراثِ نبوی کی تقسیم	۱۰۶	اپنے بھائی کو معاف کرنا	۱۲۵
تبلیغ حدیث کا شوق	۱۰۷	آپ کی جرأت ایمانی	۱۲۵
حدیث سے اثر لینا	۱۰۹	ملفوظات ابی ہریرہ	۱۲۶
ابوہریرہ کی محبتِ رسول	۱۱۱	جب تم چھ چیزوں کو دیکھو	۱۲۸
نالی کی راہ سے باغ میں جانا	۱۱۲	اللہ کے لئے کسی سے محبت کرنا	۱۲۹
حضور کا ادب واحترام	۱۱۳	وصیت اور	۱۳۱
پاک ہوکر آپکی مجلس میں بیٹھنا	۱۱۴	الصحیفہ الصادقہ	۱۳۳
حضرت امام حسن سے محبت	۱۱۵	ڈاکٹر حمید اللہ کا مقدمہ	۱۳۴
تین عظیم حادثے	۱۱۷	حضرت ابوہریرہ اکابر اُمت کی نگاہ میں	۱۳۵
توشہ دان کی تاریخ	۱۱۷	آپ کا علم تورات	۱۳۶
حاکمیت سے کنارہ کشی	۱۱۸	امت کے حافظ علی الاطلاق، تقریظات	۱۳۸

مُقدّمہ

منکرِ اسلام محقق العصر حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

حافظ الامہ سیدنا ابوھریرہؓ ان عاشقانِ رسول میں سے ہیں جنہوں نے کاوشں کی کہ حضورﷺ سرورِ کائنات علیہ افضل التحیات کے ایک ایک لفظ ایک ایک عمل اور ایک ایک ادا کو پورا تحفظ دیں اور حیات نبویؐ کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہے جو بقائے دوام سے معمور اور اسفارِ امت میں مزبور نہ ہو آنے والے محدثین ان کے نقش پا پر چلتے رہیے اور اعمال نبوت اس محنت سے اعمالِ اُمت میں ڈھلتے رہیے یہاں تک کہ مسلمان اس شرف سے ممتاز ہوئے کہ ان کے آقا افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک گوشہ محفوظ اور کتابوں میں مسطور ہے ——

اس اُمت کا یہ شرف اہلِ کتاب کی آنکھوں کا خار تھا۔ ان کے پاس اپنے پیغمبروں کے سُنن و اقوال تو درکنار خود ان پر اُتری الہامی کتابیں بھی محفوظ نہ رہی تھیں اس احساسِ کمتری میں وہ مسلمانوں کے علم حدیث پر حملہ آور ہوتے اور ان کا پہلا نشانہ سیدنا حضرت ابوھریرہؓ تھے۔ اگر اس جلیل القدر صحابیؓ کی شخصیت مجروح ہوتی ہے تو علم حدیث کی پوری دیوار گرتی ہے اور حدیث نہ ہو تو یہ اُمت بھی اہلِ کتاب کی ان صفوں میں جاتی ہے جس کے دینی تعیّنات رشدِ الٰہی سے

نہیں مذہبی پیشواؤں سے حل ہونگے

مشہور جرمن مستشرق گولڈزیہر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ ایک حدیث کو نقل کرتا ہے:۔

حدیث ابن عمرؓ ______ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اقتنیٰ کلبًا الا کلب ماشیۃ او ضار نقص من عملہ کل یوم قیراطان

(رواہ البخاری جلد ۲ صـ۸۲۴ و مسلم)

(ترجمہ) جس شخص نے مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کُتّے اور شکاری کُتّے کے سوا کوئی اور کُتّا پالا اس کے (اعمال کے) ثواب میں ہر روز دو قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔

حدیث ابی ہریرہؓ ______ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتخذ کلبًا الا کلب ماشیۃ او صید او زرع انتقص من اجرہ کل یوم قیراط (رواہ مسلم جلد ۲ صـ۲۱)

(ترجمہ) جس نے مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کُتّے، شکاری کُتّے یا کھیت کھلیان کی چوکسی کرنے والے کُتّے کے علاوہ کوئی کُتّا رکھا اس کے اعمال کا اجر ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

اس روایت میں تین قسم کے کُتّوں کا استثناء ہے جب کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں صرف دو کُتّوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ وہ تیسرا کُتّا کھیتوں یا کھلیانوں کی چوکسی کرنے والا ہے حضرت ابن عمرؓ کو حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت سنائی گئی تو آپؓ نے فرمایا ان لابی ھریرۃ زرعًا ابوہریرہؓ کی اپنی زمین بھی تو ہے اس میں حضرت ابن عمرؓ کی مُراد یہ تھی کہ چونکہ ابوہریرہؓ کی اپنی زمین ہے اس لئے انہیں اس

روایت میں کلب زرع کا استثناء خوب یاد رہا اور انہوں نے حدیث پوری روایت کی حضرت ابن عمرؓ کو بھی اب یہ روایت پوری یاد آگئی اور پھر وہ اس روایت کو تینوں استثناء کے ساتھ روایت کرتے تھے صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا :-

من اتخذ کلباً الا کلب زرع او غنم او صید ینقص من اجرہ کل یوم قیراط

(صحیح مسلم جلد ۲ صا۲)

پھر یہی نہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس روایت میں اکیلے تھے محدثین لکھتے ہیں کہ اور کئی صحابہؓ نے بھی حضورؐ سے کلب زرع کا استثناء روایت کیا ہے

بل وافقہ جماعۃ من الصحابۃ فی روایتہا عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

(شرح صحیح مسلم للنووی جلد ۲ صہ۲)

بات بس اتنی تھی جیسے ہم بیان کر چکے لیکن گولڈزیہر کہتا ہے کہ صحابہؓ حسب ضرورت حدیث بنا لیا کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کو زمین رکھنے کی وجہ سے خود کلب زرع کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے حضورؐ کی حدیث میں دو کتے استثناء نہ کئے تین کتوں کو مستثنیٰ فرمایا (**استغفر اللہ**) یہ بدگمانی اور الزام تراشی کی انتہا ہے۔ اگر بات یہی تھی تو پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ آئندہ اپنی روایتوں میں تین کتوں کا استثناء کیوں کرنے لگے وہ تو صاحب زمین نہ تھے کہ انہیں کلب زرع کے اضافے کی ضرورت ہو ان کا حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو قبول کرنا اور کلب زرع کو روایت میں لانا بتلاتا ہے کہ اصل روایت میں تینوں کتوں کا ہی استثناء تھا جسے اب حضرت ابن عمرؓ بھی روایت کرتے تھے۔ اس قسم کی کچھ اور بھی مثالیں

ہیں جن کے سہارے یہود و نصاریٰ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی برگزیدہ شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے اور علمِ پیغمبرؐ کے اس امین عظیم کے خلاف وہ کچھ منسوب کیا کہ الامان والحفیظ۔

مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ خود برطانوی استعمار کی پیداوار تھا اس لیئے اس نے بھی ضروری سمجھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی شخصیت کو مجروح کرے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس بات کے قائل تھے کہ یہود و نصاریٰ کا استیصال علامات قیامت میں سے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر یہود و نصاریٰ دونوں قومیں مسلمان ہو جائیں گی، پھر قیامت کا بگل بجے گا۔ صور پھونکا جائے گا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو یہود و نصاریٰ کا یہ استیصال منظور نہ تھا بڑی دریدہ دہنی سے اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا۔ لکھتا ہے۔

"ابو ہریرہؓ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلی ہو جائے گا۔ اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیئے کہ ابو ہریرہؓ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے۔" [۱]

مرزا غلام احمد قادیانی صرف قول ابو ہریرہؓ کو ہی ردی کی ٹوکری میں نہیں پھینکتا اس کا تمام ذخیرہ احادیث کے متعلق یہ عقیدہ تھا

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔

"ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔" [۲]

---

[۱] ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۵ [۲] ضمیمہ نزول مسیح ص ۳

حضرت ابوہریرہؓ کی بات ______ مرزا غلام نے اپنے اسی مفروضہ پر رد کی ہے اور اس کے لیئے بڑی بے باکانہ زبان استعمال کی ہے جو مرزا غلام کی علمی شرافت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ پھر مرزا غلام احمد اسے صرف اپنا تقاضا ہی نہیں کہتا محدثین پر بھی بہتان باندھتا ہے۔ لکھتا ہے:۔

"محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور روایت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہؓ ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے۔ اور غلطی کرتا ہے اور مسلم امر ہے کہ ایک صحابیؓ کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی" ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۲۴

یہ بالکل جھوٹ ہے محدثین نے ایسا کوئی ضابطہ نہیں کیا نہ کہیں یہ اپنا حاصل مطالعہ بیان کیا ہے اس کے برعکس حضرت ابوہریرہؓ کی روایات کی پوری صفائی پیش کرتے ہیں مبادا کسی کے دل میں حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں کوئی بے ادبانہ خیال آجائے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

کان من اوعیة العلم ومن کبار ائمة الفتوی مع الجلالة والعبادة والتواضع تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۱

ترجمہ۔ آپ علم کا ایک خزانہ تھے ان ائمہ کبار میں سے تھے جو فتوے دینے کے اہل تھے اس کے ساتھ آپ کی بزرگی، عبادت اور انکساری بھی ممتاز تھی۔

اب آپ ہی غور کریں کہاں محدثین کی یہ روش اور کہاں مرزا غلام احمد قادیانی کی غلط بیانی کہ محدثین یہ ثابت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ اکثر غلطی کرتا ہے مرزا غلام احمد نے

اپنی خانہ ساز نبوّت کے لئے جسطرح اسلام کے ہر پہلو پر تاویل و الحاد کے پنجے آزماتے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی شخصیت کریمہ بھی اس کے پنجۂ استبداد سے محفوظ رہ سکی علمائے اسلام نے جس طرح سلام کی دوسری نظریاتی سرحدوں کے گرد حفاظت کا پہرہ دیا ضرورت تھی کہ سیرت ابی ہریرہؓ پر بھی علمائے حق کی طرف سے کوئی دفاعی کام کیا جائے۔

مرزا غلام کہتا ہے کہ ابوھریرہؓ فہم قرآن میں ناقص تھا اور درایت اور فہم سے بہت کم حصّہ رکھتا تھا۔ سو ضرورت ہے کہ ان کے فہم قرآن اور تفقہ فی الدّین پر کچھ باتیں تفصیل سے کہی جائیں۔

حضرت ابوھریرہؓ اور فہم القرآن: حدیث کی اصل معلوم کرنے کے لئے قرآن میں جھانکنا انہی لوگوں کا کام ہے جو قرآن پر گہری نظر رکھتے ہوں حدیث کا مطالعہ قرآن کریم کے سائے میں کر سکتے ہوں حضرت ابو ہریرہؓ بھی انہیں ماہرین میں سے تھے جو بعض اوقات حدیث نبویؐ نقل کرنے کے ساتھ ہی اس کی اصل قرآن کریم سے بتا دیتے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مامن مولود الا نخسه الشيطان الا ابن مريم و امّه (مسند امام احمد ۲ ص ۲۳۳)	ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان چھیڑتا ہے مگر حضرت عیسیٰؑ بن مریم اور ان کی والدہ اس سے محفوظ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو اس کی وجہ قرآن کریم سے مل گئی آپؓ نے فرمایا:

اقرءوا ان شئتم "انی اعیذها بك وذريتها من الشيطن الرجيم"
(پ ۳ سورۃ آل عمران ع ۴)

(ترجمہ) اگر چاہو تو قرآن کریم میں اس کی اصل تلاوت کرلو جب حضرت مریم کی والدہ نے یہ تمنا کی تھی کہ اے اللہ میں اس بچے کو (حضرت مریم کو) اور آگے جو اس کی اولاد ہو شیطان مردود سے بچانے کے لئے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

کتنا لطیف مضمون ہے اس دعا میں اور اس کے نتیجہ میں کیا نفیس رابطہ ہے جو حضرت ابوہریرہؓ نے خود بھانپ لیا اور حدیث نبویؐ کی اصل قرآنی آیت سے واضح کردی آپ آنحضرت صلی اللہ سے یہ حدیث بھی روایت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تفضل صلوٰۃ الجمیع صلوٰۃ احدکم وحدہٗ بخمس وعشرین جزءً وتجمع ملٰئکۃ اللیل وملٰئکۃ النہار فی صلوٰۃ الفجر (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۵)

(ترجمہ) تم میں سے ہر شخص کی نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ہے رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔

یہ حدیث پڑھنے کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے قرآن کی اس آیت کی تلاوت کی اور اس حدیث کی اصل قرآن کریم سے سامنے لاکر رکھدی صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا۔

ثم یقول ابوھریرۃ اقرءوا ان قرآن الفجر کان مشھوداً۔

(پ ۱۵ بنو اسرائیل ع ۹)

(ترجمہ) پھر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا چاہو تو قرآن کریم سے یہ آیت پڑھ لو کہ فجر میں جو قرآن پڑھا جائے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کے فہم القرآن کی ایک اور مثال : حضرت ابوہریرہؓ کس طرح قرآن اور حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے آچکیں اب ایک اور مثال ملاحظہ کیجیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے عیسیٰ ابن مریمؑ تم میں ضرور اُتریں گے حکم ہوکر عادل ہوکر صلیب توڑیں گے۔ خنزیر کا کھایا جانا بند کردیں گے لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ مال اتنا زیادہ ہوگا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا ایک سجدہ دُنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۹ مسند امام احمد ۲ صفحہ ۲۹۰)

حضرت ابوہریرہؓ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس پر یہ آیت پڑھی اور فرمایا:

فاقرأوا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ

(پ النساء ع ۲۲)

(ترجمہ) اگر چاہو تو اس کی تصدیق کے لئے) قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ لو " اور اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ ضرور ایمان لے آئے گا حضرت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے"

اب دیکھ لیجیئے کیا تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لا چکے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں انہیں خدا کا فرستادہ نہیں مانتے انکی والدہ طاہرہ پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں عیسائی گو ان پر ایمان رکھنے کے مُدعی ہیں مگر انہیں انسان اور خدا کا رسُول نہیں مانتے انہیں خداوند یسوع اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں اب آپ ہی دیکھیں اہل کتاب میں سے کس کا ان پر ایمان ہوا؟ کسی کا نہیں صرف

مسلمان ہیں جو انہیں بشر اور خدا کا رسُول مانتے ہیں۔ اب قرآن کریم کی پیشگوئی پر نظر رکھیے فرمایا اہلِ کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا مگر یہ کہ ضرور ایمان آئے گا حضرت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ——— اب جب ہم دیکھتے ہیں کہ اہل کتاب اپنے اپنے کیمپ میں اسی طرح ڈٹے ہوئے ہیں اپنے کفر پر قائم ہیں حضرت عیسیٰؑ پر صحیح ایمان نہیں رکھتے تو یہ ماننے سے چارہ نہیں کہ ابھی تک حضرت عیسیٰؑ پر موت نہیں آئی۔ ان کی موت کا دُنیا میں نشان یہ ہوگا کہ سب اہل کتاب ان پر ایمان لا چکے ہونگے اس سے پہلے وہ ہرگز فوت شدہ نہیں ہیں

حضرت ابوہریرہؓ کا نزول مسیح کی حدیث روایت کرکے اس پر یہ آیت پڑھنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ قرآن کریم پر ان کی کتنی گہری نظر تھی احادیث کو قرآن کی طرف لوٹانا اور دونوں میں مضمون کی وحدت پالینا ان کے علم قرآن اور ان کی دقتِ نظر کی نہایت روشن مثالیں ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے سورۃ نساء کی اس آیت میں قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی ہے ضعیف تاویل کے مطابق کتابی کی طرف نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو اپنی صدی کے مجدد تھے اپنے ترجمہ قرآن میں حضرت ابوہریرہؓ کے اسی ترجمہ کو باقی رکھا ہے مرزا غلام احمد کو چاہیئے تھا کہ جب ایک مجدد وقت نے حضرت ابوہریرہؓ کی پوری تائید کی ہے وہ بھی حضرت ابوہریرہؓ کے اس فیصلے کا احترام کرتا اور تا حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ تسلیم کرتا۔ مگر افسوس کہ وہ حضرت ابوہریرہؓ کے خلاف یوں زبان دراز ہوا۔ "بعض نادان صحابیؓ جن کو روایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ

بھی اس عقیدہ سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں"
(ضمیمہ براھین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۲۰)

"ابوہریرہؓ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے۔
فلا شک انہ باطل ومن تبعہ فانہ مفسد بطال"
(ضمیمہ براھین احمدیہ صـ۲۳۵)

آعنا تیغ درمیان کن! مسلمانو! کیا اس شخص نے حضرت ابوہریرہؓ کو کھلی گالی نہیں دی؟ کیا انسانی شرافت یہاں سر پٹخ کر نہیں رہ جاتی کہ علمی اختلاف کو اس بازاری زبان میں ذکر کیا جائے۔؟ پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور وراثت کے متعلق ہیں ابوہریرہؓ اکثر ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے (استغفر اللہ العظیم)

اب آیئے دیکھیں محدثین نے حضرت ابوہریرہ کے اس موقف پر کہ قبل موتہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے کیا تبصرہ ہے۔ حضرت امام نووی (۶۷۶ھ) قرون وسطیٰ کے کبار محدثین میں سے ہیں آپ اس پر لکھتے ہیں:

ففیہ دلالۃ ظاہرۃ علی ان مذہب ابی ھریرۃؓ
فی الآیۃ ان الضمیر فی موتہ یعود الی عیسیٰ علیہ السلام
(شرح صحیح مسلم جلد ا صـ۸۷)

(ترجمہ) اس آیت میں غالب دلالت یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کے مذہب میں فی موتہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف لوٹتی ہے (یعنی حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لا چکے ہوں گے۔)

دیکھئے محدثین نے یہاں حضرت ابوہریرہؓ کے فہم القرآن کی تردید کی ہے یا ان کی تائید کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی بات ان کی رائے یا ظن کہہ کر نقل نہیں کی لسے مذہب ابی ہریرۃؓ لکھا ہے مذہب کی نسبت کن کی طرف ہوتی ہے؟ مجتہدین کی طرف جیسے کہا جاتا ہے مذہب ابی حنیفہ مذہب مالک مذہب شافعی مذہب احمد بن حنبل ـــــ یہ سب ائمہ کبار مجتہدین میں سے تھے نچلے درجے کے علماء کی رائے ظن کہلاتی ہے یا اسے محض رائے اور خیال کہتے ہیں امام نودی نے جن پُرشکوہ الفاظ میں حضرت ابوہریرہؓ کا موقف فی التفسیر نقل کیا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ قرآن فہمی میں واقعی ایک مجتہد کا درجہ رکھتے تھے اور ان کا شمار مجتہد صحابہؓ میں ہوتا تھا یہ کہنا کہ ابوہریرہؓ فہم قرآن میں ناقص تھا۔ ایک قادیانی لغو کلامی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ بعض قادیانی مبلّغ مرزا غلام احمد کے دفاع میں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابی ہریرہؓ کا مقام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جیسا نہیں تھا ـــــ یہ بات صحیح نہیں مرزا غلام احمد کی یہ مراد ہرگز نہ تھی اولاً اس لیے کہ مرزا غلام احمد کے حضرت ابوہریرہؓ کے خلاف غیظ وغضب سے بھرے ہوئے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے ثانیاً مرزا غلام احمد کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تو کسی ممتاز علمی حیثیت کے مالک نہ تھے۔ (معاذ اللہ) مرزا غلام لکھتا ہے:

"سچ بات یہ ہے کہ ابن مسعودؓ ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو نہیں تھا اس نے جوش میں آکر غلطی کھائی .... حضرت معاویہؓ بھی صحابی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون کرائے اگر ابن مسعودؓ

نے خطا کی تو کونسا غضب آگیا ــــــــ (ازالہ اوہام ص۱۲۲ قطع صغیر ص۵۹۶)
دیکھئے قادیانی کس طرح ہاتھ دھوکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کا آپ اندازہ کریں ہم اس پر فالی اللہ المشتکی وھو السمیع العلیم کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضؓ مجتہد صحابہ کی حیثیت سے

:۔ حضرت عبد اللہ بن سلام علمائے اہل کتاب میں سے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے پھر مشرف بالاسلام ہوئے آپ کی علمی عظمت علماء میں مسلم ہے آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو بتایا کہ جمعہ کی جو گھڑی دعا کی قبولیت کی ہے وہ جمعہ کے دن آخری ساعت ہوتی ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فوراً کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حدیث میں اس گھڑی کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ مومن کامل پر وہ گھڑی نماز کی حالت میں آتی ہے اور دن کے آخر پر (یعنی عصر کے بعد) غروب سے پہلے تو نماز کا وقت نہیں ہوتا

لا یصادفہا عبد مسلم وھو یصلی فیہا (رواہ النسائی /مشکوٰۃ ص۱۲۰)
حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا،۔
ألم یقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس مجلسا ینتظر الصلوٰۃ فھُوَ فی صلوٰۃ حتی یصلی۔
اس پر حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا بلیٰ (کیوں نہیں) اور حضرت عبد اللہ بن سلام کی تصدیق فرمادی۔
اس سے پہلے کعب الاحبار جیسے عالم سے بھی حضرت ابوہریرہ رضؓ کی کوہ طور

طور پر بحث ہو چکی تھی اب وہ حضرت عبداللہ بن سلام سے بحث کر رہے ہیں اور بات
بات پر اٹھا رہے ہیں اب آپ ہی غور فرمائیں کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ایسے
شخص کا ہے جو درایت سے خالی ہو یا وہ ایک عالم کے طور پر دوسرے کی روایت
پر معارضہ پیش کر رہے ہیں اور جب ان کے سامنے ایک صورت تطبیق پیش
کی گئی انہوں نے اسے فوراً تسلیم کر لیا کہ جس طرح نماز کی ایک صورت حقیقی ہے
ایک حکمی بھی ہوتی ہے وہ نماز جس میں انسان کسی سے کلام کرے تو نماز جاتی رہے
حقیقی نماز ہے اور جب وہ ایک نماز پڑھ کر دوسری کے انتظار میں بیٹھا ہے۔
تو یہ حکمی نماز ہے جو کسی دوسرے شخص سے ہم کلام ہونے سے نہیں ٹوٹتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ علمائے ظاہرین میں سے ہوتے تو فوراً کہتے
آپ نے وھو یصلی فیھا کا ترجمہ قیاس سے کیا ہے ہم اس فقہ کو نہیں مانتے
لیکن آپ نے اسے فوراً تسلیم کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مجتہد صحابہ رضؓ
میں سے تھے نقل روایت کے سوا بھی آپ سے مسئلے پوچھے جاتے تھے۔
آپ اپنے عصر کے مفتی بھی تھے اور فتوے دیتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی کہ جس نے نماز پڑھی اور اس نے
اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناتمام رہی اس پر حضرت ابوہریرہؓ
سے پوچھا گیا انا نکون وراء الامام ہم تو امام کے پیچھے ہوتے ہیں آپ نے
فرمایا اقرء بھا فی نفسک مقتدی ہونے کی حالت میں فاتحہ اپنے جی
میں پڑھ لیا کرو۔

اہلِ علم کلام نفسی اور کلام لفظی کے فرق سے واقف ہیں قرآن کریم غیر مخلوق

ہے کلامِ نفسی کے پہلو سے رہا انسان کا تلفظ بالقرآن تو اس باب میں کئی تشریحات کی گئی ہیں ——— اس وقت بحث اس مسئلہ خلق قرآن سے نہیں ——
اس وقت یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کس دقت نظری سے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ حل کر گئے فرمایا کہ اس کی سورۃ فاتحہ کے کلمات پر پوری توجہ ہونی چاہیئے تاکہ وُہ اللہ ربّ العزت کے جواب کا اعزاز پا سکے اس کا کہنا انسانی پہلو سے کلامِ نفسی ہو اور ربّ العزت کا جواب اس کی شان کے مطابق اس کا کلام نفسی ہو ——— کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ درایت سے خالی تھے مرزا غلام احمد نے آپ کے بارے میں جو کہا ہے ایک لغو کلامی سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

(نوٹ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے سائل کے اس سوال پر کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے یا نہ؟ اس دوسری حدیث سے (کہ نماز خدا اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے۔ بندہ اپنی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا جواب دیتے ہیں) استدلال کیوں کیا اور سورۃ فاتحہ جی میں پڑھنے کی صورت کیوں تجویز کی؟ ان کے علم میں اس باب میں اگر کوئی صریح حدیث ہوتی تو وُہ اُسے ضرور پیش فرما دیتے موقع بیان پر عدم بیان، بیان عدم کا فائدہ دیتا ہے معلوم ہوا حضرت عبادہ بن صامت والی روایت جسے ابوداؤد اور ترمذی روایت کرتے ہیں ان کے علم میں نہ تھی حافظ الأمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جیسی عبقری شخصیت کا اس حدیث سے بے خبر ہونے کا بوجھ ہم حضرت عبادہ بن صامتؓ پر نہیں اس کے نچلے راویوں نافع بن محمود اور محمد بن اسحٰق وغیرہ پر ڈالتے ہیں۔

پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے جو سوال کیا گیا وہ اپنی ابتدائی سطح میں خود غماز ہے کہ اس وقت نماز میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا عام نہ تھا ورنہ سوال اس انداز میں سامنے نہ آتا ـــــــ آمدیم برسر مطلب؛ اس وقت مسئلہ فاتحہ خلف الامام سے بحث نہیں جو بات ہم یہاں کہنا چاہتے ہیں وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے اس قادیانی الزام کو دور کرنا ہے۔ کہ ان میں صرف نقل کا مادہ تھا روایت اور فہم سے وہ (معاذ اللہ) خالی تھے۔ ہم کہتے ہیں وہ مجتہد صحابہؓ میں سے تھے اور فتوے دیتے تھے۔ اُمت نے ان کے فتاوے کو بہت مقامات پر قبول کیا ہے اور انہیں مجتہدین میں جگہ دی۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن رافع نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نمازوں کے اوقات پوچھے آپ نے فرمایا،

صل الظہر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک ـــــــ (موطا امام مالک ص۶)

(ترجمہ) ظہر اس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو اور عصر اُس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ دو مثل ہو جائے ایک مثل سایہ ہونے پر ظہر پڑھی جائے یہ تبھی ہو سکے گا کہ سایہ ایک مثل ہونے کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہو۔

(نوٹ) حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ فتوٰی دیا تو سائل نے اس باب میں ان سے حدیثِ نبویؐ طلب نہیں کی۔ ان کے اعتماد پر مسئلہ مان لیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں اہلِ علم کے اعتماد پر مسئلہ مان لینا اور ان سے دلیل طلب نہ کرنا عام رائج تھا مجتہد صحابہؓ کی تقلید جائز سمجھی جاتی تھی اور کوئی اس پر اعتراض نہ کرتا تھا۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ مجتہدانہ شان میں حضرت عبداللہ بن مسعود، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ یا حضرت عبد اللہ بن عباس کے پایہ کے نہ ہوں گے۔ لیکن آپ کی مجتہدانہ بصیرت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بعض کتب اصول میں جو اُنکے مجتہد ہونے کی نفی مذکور ہے۔ اس کا مطالب ان کے اجتہاد کی مطلق نفی نہیں بلکہ یہ کہ وہ اپنے تفقہ و اجتہاد میں ان اکابر کے پایہ کے نہ تھے۔

ایک محدّث کی حیثیت سے

حضرت ابو ہریرہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ میں جناب سے حدیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں اور حضورؐ کا آپ کو قوی حافظہ کی دعا دینا حضرت ابو ہریرہؓ کے نظریہ حدیث کو واضح کرتا ہے حدیث آپ کے نزدیک ایک دائمی حجت نہ ہوتی تو آپ کے دامن شوق میں حفظ حدیث کے لئے یہ وسعت آخر کیوں تھی۔ آپ بلاشبہ مکثرین حدیث میں سے تھے اس قدر احادیث روایت کرتے کہ سننے والے حیران ہو جاتے اس سے یہ مطلب لینا کہ لوگوں کو آپ کے صدق روایت پر شبہ ہونے لگتا ہرگز صحیح نہیں۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں مجھے میرے والد حضرت زبیر نے کہا اس یمانی (ابو ہریرہ) کو میرے پاس لاؤ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثیں روایت کرتا ہے میں ابو ہریرہ کو آپ کے پاس لے کر گیا حضرت ابو ہریرہ نے احادیث سنانی شروع کیں حضرت زبیر کہتے جاتے یہ صحیح ہے۔ یہ واقعہ کے مطابق نہیں یہ صحیح ہے یہ مطابق واقعہ نہیں

صدق کذب صدق کذب میں نے والد صاحب سے اس کا مطلب پوچھا آپ نے فرمایا۔

یا بنیّ اما ان یکون سمع ھذہ الاحادیث من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا اشك ولکن منھا ما یضعہ علی مواضعہ ومنھا ما یضعہ علی غیر مواضعہ[1]

(ترجمہ) اے میرے بیٹے یہ بات کہ ابوہریرہ نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا واقعی سنا ہے میں اس میں شک نہیں کرتا لیکن آپ حدیث کی جو مراد بتلاتے کبھی برمحل ہوتی کبھی خلاف محل (میں اسے خلاف واقع کہتا رہا ہوں)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی صداقت و دیانت ہر شبہ سے بالاتر تھی ہاں مجتہد کی حیثیت سے دوسرے اکابر صحابہ آپ سے کسی بات میں اختلاف کریں اور کسی میں اتفاق تو ہر مجتہد کو مراد حدیث بیان کرنے کا حق ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا "ہم نہیں جانتے کہ یہ یمانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں تم سے زیادہ جانتا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وہ باتیں کہتا چلا جاتا ہے جو آپ نے نہ کہی ہوں" آپ نے فرمایا۔

واللہ ما نشك انہ قد سمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لم نسمع وعلم ما لم نعلم انا کنا

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۸

قوماً اغنياء لنا بيوتات و اهلون وكنا نأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم طرفي النهار ثم نرجع وكان هو مسكيناً لا مال له و لا اهل وانما كان يده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يدور معه حيث ما دار فما نشك انه قد علم ما لم نعلم وسمع ما لم نسمع وقد رواه الترمذي بنحوه
(البدایہ ج ۸ ص ۱۱۸)

(ترجمہ) ہمیں بخدا اس میں شک نہیں کہ آپ نے حضورؐ سے وہ کچھ سنا جو ہم نہ سن سکے اور وہ کچھ جانا جو ہم نہ جان پائے ہم امیر لوگ تھے ہمارے گھر تھے اور اہل وعیال تھے ہم حضورؐ کی خدمت میں صبح وشام آتے اور پھر لوٹ جاتے اور یہ (ابوہریرہ) مسکین وہیں پڑا رہتا اس کا نہ گھر تھا نہ اہل وعیال یہ حضورؐ کے دامن سے ہی چمٹا رہتا جہاں آپ جاتے وہیں یہ چل دیتا سو ہمیں اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نے وہ کچھ جانا جو ہم نے نہیں جانا اور وہ کچھ سنا جو ہم نہ سن سکے۔

حضرت عمرؓ اور روایت حدیث

اہل علم سے مخفی نہیں کہ حضرت عمرؓ کثرت روایت سے روکتے تھے آپ کا یہ روکنا ایک حکمت پر مبنی تھا یہ نہیں کہ آپ حجیت حدیث کے قائل نہ تھے آپ کی اس روک میں حضرت ابوہریرہ کی تخصیص نہیں آپ نے جب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو عراق بھیجا تو انہیں بھی نصیحت فرمائی۔

انك تأتی قومًا لھم فی مساجدھم دوی بالقرآن کدوی النحل فدعھم علی ما ھم علیہ ولا تشغلھم بالاحادیث۔

(ترجمہ) تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جن کی قرآن خوانی مسجدوں میں اس انداز میں ہے جیسے شہد کی مکھیوں کا آوازہ انہیں ان کے اسی حال پر رہنے دینا انہیں احادیث میں مشغول نہ کرنا۔

امام زہری حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

اقلوا الروایۃ عن رسول اللہؐ الا فیما یعمل بہ۔ البدایہ ص ۱۱۶/۸

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قدر روایت کرو جس کی عمل میں ضرورت ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ان روایات کو زیادہ پھیلنے سے روکتے تھے جن میں قصص اور آئندہ ہونے والے واقعات کا بیان ہو رہیں احادیث احکام تو آپ ان کی پوری ضرورت کے قائل تھے اور ان کی روایت سے کسی کو نہ روکتے تھے آپ نے اپنی اسی پالیسی کے تحت حضرت ابوہریرہ کو روکا کہ لوگوں کے اشتغال بالقرآن میں فرق نہ آجائے اب اس سے نتیجہ نکالنا کہ آپ حضرت ابوہریرہ کو ثقہ راوی نہ جانتے تھے علم و دیانت کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

شیعہ علماء کی جرح

ایران کے مجوس قدیم سے صحابہ کرام کے خلاف صف آرا ہیں شیعہ علماء نے یہاں جس

بے دردی سے حق و انصاف کا خون کیا ہے اسے ان کے مولانا محمد علی سے سنیئے یہ مفتری اپنی کتاب شیعہ مذہب جلد اوّل کے دسویں باب میں لکھتا ہے۔

حضرت عمر جناب ابوہریرہ کو کاذب و مفتری جانتے تھے اسمٰعیل بن عمر بن کثیر شامی المعروف بابن کثیر اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزءَ الثامن ص۱۰۶ در ذیل ذکر واقعات ۵۹ ھ میں لکھتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال سمعت عمر بن الخطاب یقول لابی ھریرة لتترکن الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او لالحقنك بارض دوس سائب بن یزید کہتا ہے کہ میں نے حضرت عمر کو حضرت ابوہریرہ سے کہتے سنا کہ تو جناب رسول خدا سے احادیث بیان کرنا چھوڑ دے ورنہ میں تجھے ارض دوس بھجوا دوں گا [۱]

اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوہریرہ کی دیانت پر کوئی شبہ تھا وہ تو خود اقرار فرما رہے ہیں کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کرتے ہو (یعنی اپنی طرف سے آپ پر کوئی بات نہیں لگا رہے) لیکن یہ آپ کی پالیسی تھی کہ لوگوں کو کثرت روایت سے روکتے تھے تاکہ امت کے اشتغال بالقرآن

---

[۱] شیعہ مذہب جلد اول المعروف بہ تحفہ جعفریہ ص۳۱۵ مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج لاہور۔

میں کسی جہت سے کمی نہ آئے اور اسی جہت سے آپ نے حضرت ابو ہریرہ کو بھی رد کا اس میں حضرت ابو ہریرہ کی شخصیت مجروح ہونے کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ یہ شیعہ مصنف اس کے بعد لکھتا ہے

"امام اعظم ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء حنیفہ ابو ہریرہؓ کو متروک و مطعون جانتے تھے۔"

کاش کہ یہ مفتری شخص مسند امام اعظم کو ہی دیکھ لیتا امام ابو حنیفہ اپنے استاد عطاء بن ابی رباح کے واسطہ سے حضرت ابو ہریرہ سے کتنی احادیث روایت کرتے ہیں حدیث لاصلوٰۃ الا بقرأۃ آپ نے اسی واسطہ سے روایت کی ہے[1] حضورؐ نے سفید شامی ٹوپی پہنی یہ حدیث بھی آپ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ، حضرت ابو ہریرہ کی ثقاہت اور دیانت پر پورا اعتماد کرتے تھے۔

بشیر بن سعد کہتے ہیں ہم ابو ہریرہ کی مجلس میں ہوتے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کرتے اور کعب احبار سے بھی روایت لیتے جب آپ (حضرت ابو ہریرہؓ) چلے جاتے تو میں بعض ان لوگوں سے جو ہمارے ساتھ اس سبق میں بیٹھے ہوتے تھے یوں سنتا کہ وہ حضورؐ کی احادیث کعب کے نام سے اور کعب کی روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے روایت کر رہے ہیں۔ بشیر بن سعید کہتے اللہ سے ڈرو اور حدیث کو اچھی طرح یاد رکھو[2]

[1] مسند امام اعظم ص۷۶ مع شرح سند الانام للملا علی قاری مطبع محمدی لاہور [2] البدایہ ص ۱۱۸

اب اس مفتری کی عبارت دیکھئے وہ اس حوالے میں کس طرح خیانت کرتا ہے اور جو قصور نچلے مجہول راوی کا ہے اسے کس بے دینی سے حضرت ابو ہریرہ رضؓ کے ذمہ لگاتا ہے موصوف لکھتا ہے۔

بشیر بن سعید کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے تھے اور ہمارے سامنے ابو ہریرہ کعب کی باتیں رسول خدا کا قول کہہ کر بیان کر رہے تھے اور رسول خدا کی احادیث کو اقوال کعب ظاہر کر رہے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کعب کے اقوال جناب رسول خدا پر تھوپ دیتے تھے اور جو احادیث رسول خدا کی ہوتی تھیں وہ اقوال کعب کہہ کر بیان کرتے تھے دیکھو تاریخ ابن کثیر الجزء الثامن صـ۱۰۹ - شیعہ مذہب مذکور جلد ۱ صـ۳۱۸

تاریخ ابن کثیر کی عربی عبارت یہاں ملاحظہ فرمائیں اس کا ترجمہ ہم اوپر دے آئے ہیں آپ اس عبارت پر بھی غور کریں اور اس شیعہ مفتری کے کذب و خیانت کی بھی داد دیں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

لقد رائتنا نجالس ابا هريرة فيحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويحدثنا عن كعب الاحبار ثم يقوم فاسمع بعض من كان معنا يجعل حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كعب وحديث كعب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي رواية يجعل ما قاله كعب

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما قالہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کعب۔ فاتقوا
اللہ وتحفظوا فی الحدیث۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۱۸

یہ وہ عبارت ہے جس کا ترجمہ ہم اس شیعہ مصنف کے حوالے سے پیش کر آئے ہیں کجا یہ عبارت کجا وہ ترجمہ۔ اس خائن مصنف نے تو یہاں ابن سبا کے بھی کان کاٹ لئے ہیں۔

اہل سنت کے ہاں صحابہ سب کے سب عادل ہیں اور ان کی مرسلات بلا اختلاف حجت ہیں حضرت ابو ہریرہؓ اگر کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے کعب احبار کے واسطہ سے سنی ہو اور پھر اسے بلا واسطہ حضورؐ سے نقل کر دیں تو مرسلات صحابہ کی جہت سے اس میں کوئی عیب نہ تھا مگر یہاں تو یہ عمل کسی نچلے راوی کا ہے افسوس شیعہ لوگ یونہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

شطرنج کھیلنے کا الزام

اس مؤلف نے آپ پر شطرنج کھیلنے کا الزام بھی لگایا ہے معترض کو اس بات کی وضاحت کرنی چاہیئے تھی کہ کون سا شطرنج حرام ہے اور کون سا نہیں پھر دوسری صورت میں یہ مباح ہوگا یا مکروہ اور اگر مکروہ ٹھہرے تو یہ تنزیہی ہوگا یا تحریمی ــــــ افسوس کہ معترض نے کسی قسم کی تفصیل میں جائے بغیر لے سے مطلقاً حرام بتلایا اور پھر بغیر کسی معتمد

سند کے یہ الزام بڑے آرام سے حضرت ابو ہریرہ پر اتار دیا۔ المعترض کالاعمیٰ کی مثال شاید ہی کسی پر اس سے زیادہ منطبق اتری ہوگی۔

یاد رکھیے شطرنج تاش کی طرح ایک کھیل ہے جو کبھی رقم لگا کر کھیلا جاتا ہے اور کبھی ویسے ہی دل بہلانے کے لئے۔ پہلی صورت بلاشبہ حرام ہے اور اس سے بچنا فرض ہے یہ جوا ہے جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے اگر بغیر رقم لگائے کھیلیں تو یہ مباح اور مکروہ تنزیہی میں دائر ہوگا کبھی حالات اور خیالات اسے مباح رکھیں گے اور کسی کے حالات کے تحت یہ مکروہ تنزیہی ٹھہرے گا۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں۔

لعب الشطرنج مکروہ کراھۃ تنزیہ قیل حرام وقیل مباح والاول اصح حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صـ ۱۴۴

معترض نے نہایہ ابن اثیر سے جو حوالہ نقل کیا ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے۔ وفی حدیث بعضہم یہ بعض کون ہیں؟ وہ کس سند سے کہتے ہیں کہ آپ شطرنج کھیلتے تھے دونوں باتیں ہنوز پردے میں ہیں اور یہ بات تو کسی شخص نے درجہ ضعیف میں بھی نہیں کہی کہ آپ رقم لگا کر شطرنج کھیلتے تھے (معاذ اللہ) معترض نے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے اسے حرام کہنے کے جو فتوے نقل کئے ہیں وہ اس شطرنج کے بارے میں ہیں جو عوض ٹھہرا کر کھیلا جائے۔ اس کے بغیر اسے نرد سے زیادہ بُرا قرار دینا یہ بات اب تک کسی عالم نے نہیں کی۔ علامہ دمیری ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں۔

اذا لم یکن مشتملاً علیٰ عوض فلم نعلم ان احداً
من العلماء قال انه فی هٰذہ الحالة من النرد ؎

ایک لطیفہ ـــــ معترض نے حضرت ابوہریرہؓ پر اعتراض کرتے ہوئے علامہ دمیری کی حیوٰۃ الحیوان کا حوالہ دیا ہے مگر عبارت نقل نہیں کی شیعہ معترض کی اس میں کیا مصلحت تھی؟ وہ حضرت ابوہریرہؓ کے بعد دوسرا نام تھا یہ کون بزرگ تھے جو حضرت ابوہریرہ کے ساتھ شطرنج کھیلتے تھے انہیں آپ اس عبارت میں خود دیکھ لیں ہم نام لیں تو شاید کسی کو شکایت ہو وہ عبارت یہ ہے۔

وَرَوَی الصولی فی جزء قد جمعہ فی الشطرنج
ان ابا ھریرة وعلی بن الحسین زین العابدین
وسعید بن المسیب...... کانوا یلعبون الشطرنج ؎

اب یہ فیصلہ شیعہ حضرات کریں کہ امام زین العابدین شرط لگا کر شطرنج کھیلتے تھے یا بغیر شرط لگائے۔ جو جواب وہ امام زین العابدین کی طرف سے دیں گے وہی وہ ہماری طرف سے حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں سمجھ لیں امام زین العابدین اگر ان کے ہاں شطرنج کھیلنے کے باوجود امام معصوم ہو سکتے ہیں تو حضرت ابوہریرہؓ اس کے ساتھ کیا ایک عادل راوی بھی نہیں ہو سکتے۔ یہ جواب اس صورت میں ہے کہ آپ سے شطرنج کھیلنا اگر کسی صحیح سند سے ثابت ہو جائے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ کسی سند سے ثابت نہیں۔

آپ حضورؐ کے سامنے حدیث نہ لکھتے تھے

یہ صحیح ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضورؐ کے یہاں حدیث لکھنی شروع نہ کی تھی پروانہ، شمع رسالت کے سامنے کب تختیوں اور کاغذات کی طرف متوجہ ہوسکتا تھا آنکھوں میں جلوۂ رسالت اور کانوں میں آقا کی آواز کب قلم اٹھانے کا موقع دیتے حضرت عبداللہ بن عمرو ایک بڑے جرنیل کے بیٹے تھے ہمت کرکے کچھ لکھ لیتے لیکن اس شیفتہ دربار رسالت کو یہاں لکھنے کا چارہ نہ تھا یہ بالکل اسی طرح سمجھیئے جس طرح حضرت بلالؓ حضورؐ کے بعد اذان نہ دے سکتے تھے آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی یاد سے حدیث لکھنی شروع کی یہاں تک کہ آپ کے پاس بڑے بڑے دفاتر جمع ہوگئے جب کبھی کسی حدیث کے بارے میں لفظ یا سند کا کوئی اختلاف ہوتا آپ ان دفاتر حدیث کی طرف رجوع کرتے جو آپ کے پاس رکھے ہوتے تھے۔
ابوصالح السمان کہتے ہیں ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔

لا اعرف احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ لحدیثہ منی۔ تذکرۃ الحفاظ ا ص ۳۴

مجھے پتہ نہیں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی مجھ سے زیادہ حدیث کو یاد رکھنے والا ہو۔

آپ کی محدثانہ شان دیکھئے آپ سے آٹھ سو کے قریب شاگردوں نے روایات لیں ممتاز شاگردوں میں ہمام بن منبہ (۱۳۲ھ) حضرت

سعید بن المسیب (۹۲ھ) امام المفسرین حضرت مجاہد (۱۰۰ھ) علامہ شعبی (۱۰۳ھ) امام ابن سیرین (۱۱۰ھ) امام عطار بن ابی رباح استاذ امام ابی حنیفہ (۱۱۵ھ) اور عروہ بن زبیر (۹۴ھ) زیادہ معروف ہیں آپ کے تلامذہ نے آپ سے ساڑھے پانچ ہزار سے زائد احادیث روایت کی ہیں امام بخاریؒ کو آپ کی جو احادیث پہنچیں آپ نے ان ہی سے ساڑھے چار سو احادیث کو اپنی شرطوں کے مطابق صحیح بخاری میں جگہ دی صحیح مسلم میں امام مسلم کی شرطوں کے مطابق ان کی روایات پانچ سو ہیں۔

مسلمانوں کو دیگر اقوام کے مقابلہ میں اپنے علم حدیث پر ناز ہے یہ دولت اور کسی قوم کے پاس نہیں کہ وہ اپنے پیشوا کے ایک ایک لفظ ایک ایک عمل اور ایک ایک ادا کو اس شیفتگی سے محفوظ کیے ہوئے ہوں لیکن ہم یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ علم حدیث خود حضرت ابوہریرہ پر ناز کرتا ہے۔

ابوہریرہ دربارِ رسالت میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت دیسے تو تمام صحابہ کرام پر تھی لیکن عشق و وارفتگی میں جو حضرات سب سے آگے بڑھے نظرِ رسالت ان سب کو پہچانتی تھی حضور کا ان سے اندازِ کلام اس طرح پر تھا کہ بار بار ان کا نام لے کر ان سے بات کرتے یہ بار بار نام لینا خود ایک انداز محبت سے ہوتا تھا دربارِ رسالت میں محبت کی یہ کرنیں جس ممتاز انداز میں حضرت ابوہریرہ پر پڑتیں یہ اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ کے بعد یہ انداز

خطاب کسی سے رہا تو وہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کریمہ بطور مفسر قرآن کے بطور مجتہد عالی شان کے اور بطور محدث فائق الاقران کے آپ کے سامنے ہے دربارِ رسالت میں آپ کی ہمہ وقت حاضری اور نظرِ رسالت میں شانِ قبولیت یہ ان کمالات پہ ایک نعمت مستزاد ہے آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے مستشرقین نصاریٰ، قادیانی زنادقہ اور ملاحدہ شیعہ نے جو جو ظلم کئے وہ بھی آپ کے سامنے ہیں اس مقدمہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم ہر ایک جال کو یہاں تارتار کریں۔ تاہم ضرورت کے مطابق ہم نے ہر نشانہ باز کی کچھ نہ کچھ نشاندہی کردی ہے اور واضح کیا ہے کہ آپ کی شخصیت اس یلغار میں کس قدر مظلوم ہے۔

عزیز محترم حافظ محمد اقبال صاحب رنگونی لائق تبریک ہیں کہ انہوں نے آپ کی سیرت پہ قلم اٹھایا اور آپ کے تعارف میں جو مواد اسفار ضخیمہ میں منتشر تھا اس کو یکجا کر کے تشنگانِ علم حدیث کو ایک نئی جلا بخشی فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ راقم الحروف نے اس مقدمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے چالیس ارشادات لکھ دیئے ہیں جو آپ نے خاص حضرت ابو ہریرہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے اور جو شخص ان چالیس ارشادات کو پڑھے یا دوسروں کو سنائے امید ہے وہ ان چالیس ارشادات نبوت کی حفاظت کے صلہ میں علماء میں مقام پائے۔

(خالد محمود عفا اللہ عنہ)

فتوحات مکیہ کے آخر میں یہ روایات لکھی ہیں جن میں آپ نے پہلے حضرت ابوہریرہ کا نام لے لے کر انہیں باران کرم سے نوازا۔ پھر حضرت علیؓ کی روایات لائے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان روایات کو اس خاص انداز میں یہاں نقل کریں کہ ہمارے قارئین دیکھ سکیں کہ دربار رسالت میں حضرت ابوہریرہ کس ادائے محبت سے بلائے اور فیضیاب کئے جاتے تھے

اربعین ابوہریرہ

آنحضرتؐ نے آپ کا نام لے لے کر فرمایا اے ابوہریرہ سن لے

۱۔ یا ابا هریرةَ اذا توضأتَ فقُل بسم الله والحمد لله فانَ حَفَظَتَكَ لاتزال تكتبُ لكَ حتى تفرُغَ مِنْ ذالكَ الوضوء۔

اے ابوہریرہ جب تو وضو شروع کرے تو بسم اللہ پڑھ اور الحمد للہ کہہ لے تیرے محافظ فرشتے اس وقت تک تیری نیکیاں لکھتے رہیں گے جب تک تو اس وضو سے فارغ نہ ہو جائے۔

۲۔ یا ابا هریرةَ اذا اكلتَ طعامًا دسمًا فقل بسم الله والحمد لله فان حَفَظَتَكَ لاتستريحُ تكتب لكَ حتى تنبذه عَنكَ۔

اے ابوہریرہ جب تو اچھا کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھ لیا کر اور الحمد للہ کہہ لے تیرے محافظ فرشتے تیری نیکیاں لکھنے میں برابر مصروف رہیں گے جب تک تو وہ کھانا سامنے سے نہ اٹھوا لے۔

۳۔ یا ابا هريرة اذا غشيتَ اهلكَ اوْ ما مَلكتْ يمينُك فَقُلْ بسم الله والحمد لله فان حَفَظَتَكَ تكتب لك حسنات حتى تغتسل من الجنابة فاذا اغسلت من الجنابة غفر لك ذنوبك يا ابا هريرة فان كان لك ولد من تلك الوقعة كتب لك حسنات بعدد نفس ذالك الولد و عقبه۔

اے ابوہریرہ جب تو اپنی بیوی یا جس کے تم مالک ہوئے کے پاس جائے تو کہہ بسم اللہ اور الحمد للہ۔ تیرے محافظ فرشتے تیرے لئے برابر نیکیاں لکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تو غسل جنابت سے فارغ ہو اور جب تو غسل جنابت سے فارغ ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے۔ اے ابوہریرہ تمہارے اس عمل سے اگر تمہیں فرزند نصیب ہو تو تمہیں اس کے زندگی بھر کے سانسوں کے برابر اور اس کی جو آگے ذریت ہو ان کے سانسوں کے برابر نیکیاں دی جائیں گی۔

۵۔ یا ابا هريرة اذا ركبتَ دابة فقل بِسْمِ الله والحمد لله تكتب من العابدين حتى تنزل من ظهرها۔

اے ابوہریرہ جب تو کسی سواری پر سوار ہو تو بسم اللہ اور الحمد للہ کہہ لیا کر جب تک تو اس پر سوار رہے گا تیرا نام عابدین میں شمار ہوتا رہے گا۔

۵ یا ابا ھریرۃ اذا رکبت السفینۃ فقل بسم اللّٰہ والحمد للّٰہ تکتب من العابدین حتی تخرج منھا

اے ابوہریرہ جب تو کشتی پر سوار ہو تو بسم اللّٰہ اور الحمد للّٰہ کہہ لیا کر جب تک تو اس میں رہے تو عابدین میں شمار ہو گا۔

۶ یا ابا ھریرۃ اذا لبست ثوبًا جدیدًا فقل بسم اللّٰہ والحمد للّٰہ تکتب عشر حسنات بعدد کل سلك فیہ۔

اے ابوہریرہ جب تو کوئی نیا کپڑا پہنے تو بسم اللّٰہ اور الحمد للّٰہ کہہ لیا کر اس کپڑے کے ہر تار کے بدلے تیرے نام نیکیاں لکھی جائیں گی۔

۷ یا ابا ھریرۃ لا یھابنك ما ملکت یمینك فانك ان مت وانت کذالك کنت عند اللّٰہ وجیھا۔

اے ابوہریرہ تیرا غلام تجھ سے ہیبت کھایا نہ رہے (مرعوب ہو کر نہ رہے) تیری وفات اسی حال پر ہو تو اللّٰہ کے ہاں ذی وجاہت لوگوں میں (معززین میں) اٹھایا جائے گا۔

۸ یا ابا ھریرۃ لا تھجر امرءتك الا فی بیتھا ولا تضربھا ولا تشتمھا الا فی امر دینھا فانك ان کنت کذالك مشیت فی طرقات الدنیا و انت عتیق اللّٰہ من النار۔

اے ابوہریرہ اپنی عورت سے اس کے گھر کے سوا کنارہ کشی نہ کرنا نہ کبھی اسے مارنا نہ اسے کبھی گالی دینا ہاں اس کے دین کے لئے تو کچھ سختی کرے تو اور بات ہے اگر تو اس حال میں ہو تو تو دنیا میں چلتا پھرتا وہ شخص ہے جو نار جہنم سے آزادی پا چکا۔

۹ یا ابا هريرة احمل الاذیٰ عمن هو اكبر منك و اصغر منك وخير منك وشر منك فانك ان كنت كذلك باهى الله بك الملائكة ومن باهى الله به الملائكة جاء يوم القيامة امنا من كل سوءٍ۔

اے ابوہریرہ اپنے سے بڑے چھوٹے اچھے اور برے کی سختی سہہ جا تکلیف برداشت کر تو اس حال میں رہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تجھ پر فخر کریں گے اور اللہ تعالیٰ جس پر فرشتوں میں فخر کریں وہ قیامت کے دن ہر برے انجام سے مامون رہے گا۔

۱۰ يا ابا هريرة ان كنت اميرًا او وزير اميرٍ او داخلًا على اميرٍ او مشاور اميرٍ فلا تجاوزن سيرتي وسنتي فانه ايما امير او وزير امير او داخل على امير او مشاور امير خالف سيرتي وسنتي جاء يوم القيامة تاخذه النار من كل مكان

اے ابوہریرہ تو امیر ہو یا اس کا وزیر اس کا جلیس ہو یا اس کا مشیر

میرے طریقے اور میری سنت سے کبھی تجاوز نہ کرنا جس امیر یا وزیر نے یا اس کے جلیس یا اس کے مشیر نے میرے طریقے اور سنت سے تجاوز کیا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ ہر طرف سے آگ اسے لپٹی ہو گی۔

۱۱ یا ابا ہریرۃ عدل ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ قیام لیلھا وصیام نہارھا۔

اے ابو ہریرہ ایک گھڑی کا انصاف ساٹھ سال کی عبادت جس میں ہر رات قیام اور ہر دن روزہ رہے سے بہتر ہے۔

۱۲ یا ابا ہریرۃ قل للمؤمنین الذین اصابوا الصغائر لا یمت احد منھم وھو مصر علیہ فانہ من لقی ربہ عزوجل علی ذلک وھو مصر علیھا فان عقوبتھا یعنی الصغیرہ کعقوبۃ من لقی اللہ علی کبیرۃ وھو مصر علیھا۔

اے ابو ہریرہ صغیرہ گناہوں کے مرتکب مومنوں سے کہہ دو کہ ان میں سے کوئی ان گناہوں پر اصرار کرتا نہ مرے جو شخص ان گناہوں پر اصرار کرتا اپنے رب کو ملے گا یعنی صغیرہ پر تو اسے ایسی پکڑ ہو گی جیسے کوئی شخص کبیرہ کرتے ہوئے اللہ عزوجل سے ملے اور وہ اس پر مصر ہو۔

۱۳ یا ابا ہریرۃ لَاَنْ تَلْقَی اللہ عزوجل علی

كبائر قد تبت منها خير لك من ان تلقاه وقد تعلمت اٰية من كتاب الله عز وجل ثم تنسٰها۔

اے ابوہریرہ تو اللہ عزوجل سے اس طرح ملے کہ تم نے اپنے کبیرہ گناہوں سے توبہ کرلی ہو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم نے قرآن کریم کی کوئی آیت یاد کی ہو اور پھر تو اسے بھول جائے (یعنی اس سے چھٹکارا مشکل ہے)

۱۴ یاابا هریرة لا تلعن الولاة فان الله ادخل امة جهنم بلعنتهم ولاتهم۔

اے ابوہریرہ ولاۃ امور (حکام) کو بُرا بھلا نہ کہہ اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو اس لئے جہنم میں بھیجا کہ وہ اپنے ولاۃ امور پر لعنت کرتے تھے۔

۱۵ یاابا هریرة لا تسبن شيئاً الا الشيطان فانك ان مت وانت كذالك صافحتك جميع رسل الله تعالیٰ و انبياء الله تعالیٰ والمؤمنون حتی تصير الی الجنة۔

اے ابوہریرہ شیطان کے سوا کسی کو بُرا بھلا نہ کہہ اگر تو نے اس حالت میں وفات پائی کہ تو کسی کو لعنت نہ کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء و رسل اور اہلِ ایمان تم سے مصافحہ کریں گے یہاں

تک کہ تو جنت کو چل دے۔

۱۶ یا ابا هریرة لا تسب من ظلمك تعط من الاجر اضعافًا۔

اے ابوہریرہ جو تجھ پہ ظلم کرے اسے برا بھلا نہ کہہ تجھے کئی گنا اجر دیا جائے گا۔

۱۷ یا ابا هریرة اشبع الیتیم والارملة وکن للیتیم کالاب الرحیم وللارملة کالزوج العطوف تعط بکل نفس تنفست فی دار الدنیا قصرًا فی الجنة کل قصر خیر من الدنیا وما فیها۔

اے ابوہریرہ یتیموں اور بیواؤں کو کھانا پہنچا یتیم کے لئے باپ کی طرح رحم کرنے والا ہو اور بیواؤں کے لیے مہربان خاوند کی طرح نیکی کر دنیا میں ہر سانس کے بدلے جو تو جیئے تو جنت میں ایک محل پائے گا ان میں سے ہر ایک محل دنیا و ما فیہا سے بہتر ہو گا۔

۱۸ یا ابا هریرة امش فی ظلم اللیل الی مسجد الله عزوجل تعط حسنات بوزن کل شیئ وضعت علیه قدمك مما تحب وتکره الی الارض السابعة السفلی یا ابا هریرة

یکن ماؤاك المساجد والحج والعمرة
والجهاد فی سبیل اللّٰہ فانك ان مت و
انت کذالك کان اللّٰه مونسك فی القبر
ویوم القیامة وعلی الصراط یکلمك فی
الجنة۔

اے ابوہریرہ رات کی تاریکیوں میں مسجدوں (اللہ کے گھروں)
کی طرف چلا کر تجھے رستے کی ہر چیز جس پہ تیرا قدم پڑا پسندیدہ
ہو یا نچلی ساتویں زمین تک ناپسندیدہ کے بدلے نیکیاں دی
جائیں گی۔ اے ابوہریرہ تیرا ٹھکانہ مسجدوں، حج اور عمرہ میں
اور جہاد فی سبیل اللہ میں رہے اگر تو اس حالت میں فوت ہو
اللہ تعالیٰ قبر میں تیرے مونس وغمخوار ہوں گے پل صراط پہ بھی
اور جنت میں بھی تجھ سے کلام فرمائیں گے۔

۱۹ یا ابا ھریرة لا تنتھر الفقیر فتنتھرك
الملئکة یوم القیامة۔

اے ابوہریرہ کسی محتاج کو نہ جھڑکنا ایسا نہ ہو کہ قیامت کے
دن فرشتے تجھے جھڑک دیں۔

۲۰ یا ابا ھریرة لا تغضب اذا قیل لك اتق اللّٰه
وانت ھممت بسیئة ان تعملها تکن خطیتك
عقوبتها النار۔

اے ابوہریرہ تجھے جب کہا جائے "خدا سے ڈر" اور تو کوئی برائی کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو تو اس کہنے پر غصہ نہ کرنا اس صورت میں تیری وہ خطا موجب جہنم ہوگی۔

۲۱ یا ابا ھریرۃ من قیل لہ اتق اللہ فغضب جئ بہ یوم القیامۃ فیوقف موقفا لا یبقی ملك الامر بہ فقال لہ انت الذی قیل لہ اتق اللہ فغضب فیسؤہ ذلك فانق مساوی یوم القیمۃ[1]

اے ابوہریرہ جس شخص کو کہا جائے اللہ سے ڈر اور وہ غصہ میں آجائے تو اسے بروز قیامت ایسے مقام پر کھڑا کیا جائے گا کہ ہر فرشتہ جو وہاں سے گزرے گا اس سے کہے گا "کیا تو وہی شخص ہے جسے کہا گیا تھا اللہ سے ڈر اور وہ غصہ میں آگیا تھا" یہ بات اسے بہت تکلیف دہ ہوگی سو قیامت کی ہولناکیوں سے بچو۔

۲۲ یا ابا ھریرۃ احسن الیٰ ما خولك اللہ فانہ من اساء الیٰ ما خولہ اللہ فانہ یرصدہ علی الصراط فیتعلق بہ فکم من مومن یرد من الصراط للقصاص۔

---

[1] بعض طرق میں او مسأتی ہے یعنی مجھے تکلیف دینے سے بچ۔ اصل لفظ مساوی ہے یا مسأتی اس میں راوی کو تسک گزرا ہے۔

اے ابوہریرہ ان سے نیکی کرو جن کو اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا جو شخص اپنے ماتحت سے اچھا سلوک نہ کرے گا وہ ماتحت اسے پل صراط پر آلیں گے اور اس سے چمٹ جائیں گے اور کتنے ہی مومن ہوں گے جو پل صراط سے قصاص کے لئے واپس کر دیئے جائیں گے۔

۲۳ یا ابا هريرة على كل مسلم صلوٰة فی جوف الليل ولو قدر حلب شاة ومن صلى جوف الليل يريد ان يرضى ربه عز وجل رضى الله تعالىٰ عنه وقضى له حاجة فى الدنيا والاخرة۔

اے ابوہریرہ ہر مسلمان پر نصف رات کی نماز ہے اگرچہ بکری دوہنے کے وقت کے برابر ہو جو شخص رات کے پیٹ میں نماز پڑھے اور اس کا ارادہ اللہ عزوجل کو راضی کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے مقام رضا پر فائز کرتے ہیں اور اس کی دنیا و آخرت کی حاجتیں پوری فرماتے ہیں۔

۲۴ یا ابا هريرة ان استطعت ان تلقى الله خفيف الظهر من دماء المسلمين واموالهم واعراضهم فافعل تكن من اول المقربين ولا تتخذن احدًا من خلق الله غرضا فيجعلك الله غرضا

لشر جهنم یوم القیٰمۃ۔
اے ابوہریرہ تو اگر کر سکے کہ اللہ عزوجل کو اس طرح ملے کہ تیری پشت پر مسلمانوں کے خون ان کے مالوں اور ان کی عزتوں کا کوئی بوجھ نہ ہو تو ایسا کر تو اللہ کے اول مقربین میں سے ہوگا اور اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو نشانہ نہ بنا کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن شرر جہنم کا نشانہ بنا دے۔

۲۵ یا ابا هریرة اذا ذکرت جهنم فاستجر بالله منها ولیبك قلبك منها و نفسك ویقشعر جلدك منها یجیرك الله منها۔
اے ابوہریرہ جب تجھے جہنم یاد آئے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگ اور تیرا دل اور جان اس کے تصور سے روئے اور تیری جلد کے بال اس کی ہیبت سے کھڑے ہو جائیں اس صورت میں خدا تجھے اس سے بچا لے گا۔

۲۶ یا ابا هریرة اذا اشتقت الی الجنة فاسئل الله ان یجعل لك نصیبا و مقیلا و لیحن قلبك شوقا الیها و تدمع عیناك و انت مومن بها اذا یعطیکها الله تعالیٰ و لا یرد ك۔
اے ابوہریرہ تجھے جنت کا شوق ہو تو اللہ سے مانگ کہ وہ تیرا اس میں حصہ کرے اور تیری اس میں رہائش ہو اور تیرا دل اس کے

شوق میں نرم ہے اور تیری آنکھیں اشکبار ہوں اور تجھے اس کے بارے میں پورا یقین ہو اس صورت میں اللہ تعالیٰ تجھے جنت عطا فرمائیں گے اور تجھے رد نہ کریں گے۔

۲۷ یا ابا هريرة ان شئتَ ان لا تفارقني يوم القيمة حتى تدخل معي الجنة احبّني حبًا لا تنسانی واعلم انك ان أحببتني لم تترك ثلثة ......
منها وارض بقسم الله فانه من خرج من الدنيا وهو راض بقسم الله والله عنه راض ومن رضى الله عنه فمصيره الى الجنة۔

اے ابوہریرہ اگر تو چاہتا ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ جنت میں میرے ساتھ داخل ہو تو مجھ سے ایسی محبت رکھ کہ مجھے کبھی نہ بھول اور جان لے کہ اگر تو نے مجھ سے محبت کی تو تین باتیں تو کبھی نہ چھوڑے گا...... ایک[1] یہ ہے کہ خدا کی تقسیم پر راضی رہ کیونکہ جو شخص دنیا میں اس حال سے نکلا کہ وہ خدا کی تقسیم پر راضی ہے اللہ اس سے راضی ہوا اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

۲۸ یا ابا هريرة مر بالمعروف وانه عن المنكر..... علم الناس الخير ولقنهم اياه واذا رايت

[1] راوی کو ان تین میں سے ایک ہی بات پہنچی ہے۔

من یعمل بمعاصی اللہ تعالیٰ ولا تخاف سوطہ و
سیفہ فلا یحل لك ان تجاوزہ حتی تقول لہ
اتق اللہ ۔

اے ابوہریرہ نیکی کا حکم کرتا رہ اور بدی سے روکتا رہ ۔ لوگوں کو خیر کی بات سکھا اور انہیں اس کی تلقین کر اور جب تو کسی شخص کو گناہوں میں آلودہ دیکھے اور تجھے اس کے کوڑے اور اس کی تلوار کا ڈر بھی نہ ہو تو تجھے اس کے پاس سے گزرنا حلال نہیں جب تک کہ تو اسے یہ نہ کہے " اللہ سے ڈر "

۲۹ یا ابا ھریرۃ تعلم القرآن وعلمہ الناس حتی
یجیئك الموت وانت کذلك وان کنت کذلك
جاءت الملئکۃ الیٰ قبرك وصلوا علیك و
استغفروا لك الیٰ یوم القیمٰۃ کما تحج المومنون
الیٰ بیت اللہ عز وجل ۔

اے ابوہریرہ قرآن پڑھ اور اسے لوگوں کو سکھا یہاں تک کہ تجھے موت آجائے اور تو اسی حال میں ہو اور اگر تو اسی طرح رہا تو فرشتے تیری قبر پر آئیں گے تیرے لئے دعا کریں گے تیرے لئے بخشش مانگیں گے قیامت تک ۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہ حاجی لوگ بیت اللہ شریف کی طرف لوٹتے ہیں ۔

۳۰ یا ابا ھریرۃ الق المسلمین بطلاقۃ وجھك و

ومصافحة ایدیھم بالسلام ان استطعت ان
تکون کذلك حیث کنت فان الملئکة معك
سوی حفظتك یستخفرون لك ویصلون علیك
واعلم انه من خرج من الدنیا والملئکته
یستخفرون له غفر اللہ له -

اے ابوہریرہ مسلمانوں کو کھلے چہرے سے مل سلام کے ساتھ
ان کے ہاتھوں کا مصافحہ لے اگر تو کر سکتا ہے تو ایسا کر جہاں کہی تو ہو
محافظ فرشتوں کے علاوہ بھی تیرے ساتھ فرشتے ہوں گے جو تیرے
لئے بخشش مانگتے رہیں گے اور دعائیں کرتے رہیں گے ۔ اور جان
لے جو دنیا سے اس طرح نکلے کہ فرشتے اس کے لئے بخشش مانگ
رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتے ہیں ۔

۳۱ یا ابا ھریرۃ ان احببت ان یفشی لك الثناء الحسن
فی الدنیا والاخرۃ کف لسانك عن غیبة الناس فانه من لم یغتب
الناس نصرہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ - اما
نصرته فی الدنیا فانه لیس احد یغتابه الا
کانت الملئکة تکذبھم عنه واما نصرته
فی الاخرۃ فیحفوہ اللہ عن قبیح ما صنع
ویتقبل منه احسن ما عمل -

اے ابوہریرہ اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں تیری اچھی شہرت

ہو تو اپنی زبان کو لوگوں کی غیبت سے بچا جو شخص دوسروں کی غیبت سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی نصرت کرتے ہیں۔ دنیا میں اس کی نصرت اس طرح ہوتی ہے کہ جب کبھی کوئی اس کی غیبت کرتا ہے خدا کے فرشتے اس کی طرف سے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور آخرت میں اس کی نصرت یوں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے برے کاموں سے اسے معاف فرما دیتے ہیں اور اس کے نیک اعمال کو قبولیت بخشتے ہیں۔

۳۲ یا ابا هریرة اغْدُ فی سبیل الله یبسط الله لك الرزق۔

اے ابوہریرہ صبح اللہ کی راہ میں کر اللہ تعالیٰ تیرے لئے رزق فراخ کریں گے۔

۳۳ یا ابا هریرة صِلْ رحمك یأتك الرزق من حیث لا تحتسب واحج البیت یغفر الله لك ذنوبك التی وافیت بها البلد الحرام۔

اے ابوہریرہ صلہ رحمی سے کام لے تجھے ایسے ذرائع سے رزق ملے گا کہ تو گمان بھی نہیں کر سکتا بیت اللہ شریف کا حج کر تیرے سب گناہ جنہیں تو لے کر حرم شریف جائے گا سب معاف کر دیئے جائیں گے۔

۳۴ یا ابا هریرة اَعْتِق الرقاب یعتق الله بکل عضو

منه كل عضو منك وفيه اضعاف ذلك من الدرجات۔

اے ابوہریرہ غلام آزاد کرتا چلا جا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے تیرے اس عضو کو (آگ سے) آزاد کرتے جائیں گے اور اس میں کئی گنا زیادہ درجات ہیں۔

۲۹ یا ابا هريرة اشبع الجائع يكن لك مثل اجر حسناته وحسنات عقبه وليس عليك من سيئاتهم شئ۔

اے ابوہریرہ تو بھوکے کو سیر کر تجھے اس کی نیکیوں اور اس کی اولاد کی نیکیوں کا اجر برابر ملے گا اور اس کے گناہوں کا کوئی بار تم پہ نہ ہوگا۔

۳۰ یا ابا هريرة لا تحقرن من المعروف شيئاً تعمله ولو ان تفرغ من دلوك فى اناء المستقى فانه من خصال البر والبر كله عظيم وصغيره ثوابه الجنة۔

اے ابوہریرہ کسی نیکی کو جسے تو کرے معمولی نہ جان اگرچہ کسی پانی لینے والے کے برتن میں تو اپنے ڈول سے کچھ پانی ڈال دے یہ بات اچھے کاموں میں سے ہے اور اچھائی بڑی چیز ہے اچھائی چھوٹی بھی ہو تو اس کی جزا جنت ہے۔

۳۷ یا اباھریرۃ مر اھلک بالصلوٰۃ فان اللہ یاتیک بالرزق من حیث لا تحتسب ولا یکن للشیطان فی بیتک مدخل ولا مسلک۔

اے ابوہریرہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتا رہ اللہ تجھے وہاں سے رزق پہنچائے گا کہ تو گمان نہ کر سکے اور شیطان کو تیرے گھر میں عمل و دخل نہ ہوگا۔

۳۸ یا اباھریرۃ اذا عطس اخوک المسلم فشمتتہ فانہ یکتب لک بہ عشرون حسنۃ۔۔۔۔ انک حین تقول لہ یرحمک اللہ یکتب لک عشر حسنات وحین یقول لک یھدیک یکتب لک عشر حسنات

اے ابوہریرۃ جب تیرے مسلمان بھائی کو چھینک آئے اور تو اسے جواب دے تو تیرے لئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جب تو کہتا ہے یرحمک اللہ تو تجھے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جب وہ تجھے یھدیک اللہ کہتا ہے تو تیرے نام دس نیکیاں اور لکھی جاتی ہیں۔

۳۹ یا اباھریرۃ کن مستغفرٌ للمسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات یکونوا کلھم شفعاء لک ویکن لک مثل اجورھم من غیر ان ینقص من اجورھم شئی۔

اے ابوہریرہ مسلمانوں اور مومنوں کے لئے تو بخشش طلب

کرتا رہ وہ سب تیرے سفارشی ہوں گے اور تمہیں ان کی نیکیوں کے برابر اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں سے کوئی کمی ہو۔

۴۰ یا ابا ھریرۃ ان کنت ترید ان تکون عند الله صدیقًا فأمن بجمیع رسل الله و انبیاء الله وکتبه۔

اے ابوہریرہ اگر تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھا جائے تو تمام انبیاء و رسل پر ایمان لا اور اللہ کی تمام کتابوں کو مان۔

۴۱ یا ابا ھریرۃ ان کنت ترید ان تحرم علی النار بجسدك فقل اذا اصبحتَ و اَمْسَیْتَ لا اله الا الله وحده لا شریك له لا اله الا الله له الملك و له الحمد لا اله الا الله والله اکبر لا اله الا الله و لا حول و لا قوۃ الا بالله۔

اے ابوہریرہ اگر تو چاہے کہ تو اپنے جسم سمیت آگ پر حرام ہو۔ تو صبح و شام یہ (خط کشیدہ) وظیفہ پڑھتا رہ۔

یہ سلسلہ حدیث اور آگے جا رہا ہے۔ غور کیجئے اور پڑھتے جائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس پیار سے ابوہریرہ کو بلا رہے ہیں اور کس طرح نام لے لے کر آپ پر دست کرم رکھ رہے ہیں دربار رسالت میں آپ اس آغوش محبت میں بیٹھتے تھے کہ بہت کم خوش نصیبوں کو قرب رسالت کی یہ دولت ملتی ہوگی۔

حافظ الامت سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شمع نبوت کا ایک بے مثال پروانہ

جو مرزا غلام احمد قادیانی اور پرویز کے طنز و تشنیع کا نشانہ بنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اسم گرامی

حافظ الحدیث سیدنا حضرت ابوہریرہؓ رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت ہی مشہور و معروف اور جلیل القدر صحابی ہیں اور آپ ان چند گنے چنے اصحاب میں سے ہیں۔ جن کے نام سے اسلام کی شہرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کرۂ ارضی میں قائم ہے۔

آپ کا اسم گرامی دورِ جاہلیت میں عبد الشمس بتلایا گیا ہے۔ جب آپ اسلام کی دولت بے بہا سے مالا مال ہوئے تو آپ کا نام (مشہور قول کے مطابق) عبد الرحمٰن رکھا گیا۔ آپ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کی سکونت یمن میں تھی۔ اس لئے محدثین کرام انہیں الدوسی الیمانی لکھتے ہیں۔

آپ اسلام لانے سے پہلے کا حال اس طرح سنایا کرتے ہیں کہ:
"میں یتیمی کی حالت میں پروان چڑھا اور جوان ہوا اور مسکینی کی حالت میں ہجرت کی اور غزوان کی بیٹی کی نوکری کیا کرتا تھا۔ اس تنخواہ پر کہ اس کے گھر سے پیٹ بھر کر روٹی کھانے کو مل جائے اور جب وہ سوار ہو کر جائیں تو ان کے پیچھے چل کر ان کے اونٹوں کو چلانے میں کوئی گیت گاتا رہوں اور جب وہ کسی جگہ قیام کریں تو ان کے کھانا پکانے کے لئے لکڑیاں چن کر لایا کروں۔"
(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صـ۳۷۹)

والدین

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کے والد ماجد کے اسم گرامی میں بہت سے اقوال درج ہیں۔ محدث حاکمؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ کے والد کے سلسلے میں ہمیں جو کچھ معلوم ہو سکا اس میں سے زیادہ صحیح عبدالرحمن بن صخر معلوم ہوتا ہے۔ (دیکھئے الاستیعاب) انہوں نے عالم شباب میں وفات پائی۔ اس وقت حضرت ابوہریرہؓ کم سن تھے۔ آپ کی والدہ (جن کا نام امیمہ یا میمونہ تھا لیکن عام طور پر اپنی کنیت ام ابی ہریرہ سے مشہور تھیں) نے شوہر کے انتقال کے بعد اپنے ہونہار فرزند کی بڑے مشکل حالات میں پرورش فرمائی۔ جب سیدنا ابوہریرہؓ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دولت اسلام کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تشریف لا رہے تھے تو

آپ کی والدہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ مگر اس وقت اسلام قبول نہ کیا آپ کفر و شرک کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہی تھیں۔ اس کے باوجود حضرت ابوہریرہؓ اپنی والدہ کے بے حد اطاعت گزار تھے۔ لیکن ان کے کفر و شرک کی وجہ سے دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے۔ آپ کی تمنا اور خواہش تھی کہ والدہ ماجدہ بھی اسلام کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہو جائیں تا آنکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے آپ بھی اسلام لے آئیں۔

حُلیہ مُبارک

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کا رنگ گندمی اور شانے کشادہ تھے آپ کے اگلے دو دانتوں کے درمیان خلا تھا اور آپ کے سر کے بال دو میڈھیوں کی صورت میں ہوتے تھے جنہیں آپ سرخ رنگ کا خضاب لگاتے تھے طبیعت میں مزاح کا عنصر بھی پایا جاتا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص۳۸)

دربارِ رسالتؐ میں حاضری

حضرت قیس حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کے لئے حاضر ہو رہا تھا تو راستے میں یہ شعر پڑھا۔

یا لیلۃ من طولها و عنائها　　　علی انها من دارۃ الکفر نجت

اے شب در آنحالیکہ تو طویل اور تکلیف دہ ہے۔ مگر میں تیرا مشکور ہوں

کہ تو نے مجھے کفر کے گھر سے تو نجات دلادی۔

فرماتے ہیں کہ جب میں آ رہا تھا تو میرا ایک غلام بھاگ گیا اور جب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر چکا اور خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک میرا غلام آگیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ تمہارا غلام موجود ہے۔ میں نے یہ کہہ کر کہ وہ اللہ کے لئے آزاد ہے، اس کو آزاد کر دیا۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۳)

حضرت ابوہریرہؓ ۷ھ میں صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے درمیانی زمانہ میں اسلام لائے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۳۰ برس تھی۔ آپ اسلام لانے کے بعد برابر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود رہے اور بارگاہ رسالت سے خوب خوب فائدہ حاصل کیا۔ آپ اسلام لانے کے بعد کا حال کبھی اس طرح سناتے تھے کہ:

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے دین اسلام کو دونوں جہاں کی عزت کا سرمایہ اور دونوں جہاں کی کامیابی کا ذریعہ اور اس کی ابدی زندگی کو خوشگوار بنانے کا وسیلہ بنایا اور ابوہریرہؓ کو امام اور پیشوا بنایا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۳۷۹)

کُنیت

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ اپنی مشہور و معروف کنیت ابوہریرہؓ ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ:

ایک دن میں آستین میں بلی لئے ہوئے تھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک پڑ گئی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کی بلی ہے۔ آپ نے فرمایا اباہریرۃ

علامہ ابن عبدالبر رح بحوالہ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ :

میرے نزدیک زیادہ یہ ہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت مقرر فرمائی ہے۔

(استیعاب جلالہ جلد ۲ ص ۱۰۰)

علامہ حافظ ابن کثیر رح کہتے ہیں کہ :

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی نام سے آپ کو بلایا کرتے تھے۔ (دیکھئے البدایہ جلد ۸ ص ۱۰۳)

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضؓ کے ساتھی اور احباب بھی اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔ امام ترمذی رح ان کی زبانی یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ :

میں اپنے گھر کی بکریاں چرانا تھا۔ ایک چھوٹی سی بلی میرے پاس تھی۔ اس کو رات کے وقت ایک درخت کے کھوہ میں رکھ دیا کرتا تھا۔ جب دن نکل آتا تو اس کو وہاں سے نکال کر اپنے ساتھ لے جاتا اور دن بھر اس کے ساتھ ہوتا۔ لوگوں نے بھی مجھے ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا۔

(ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۲۴ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۰۶)

الغرض یہ کنیت ایسی معروف و مشہور ہوئی کہ اصل نام پہ پردہ پڑ گیا

اور آپ اسی نام سے مشہور و معروف ہو گئے ۔ اور دنیا آپ کو اسی کینت سے جانتی اور پہچانتی ہے ۔

والدہ کا اسلام

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی ۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا مگر وہ انکار کرتی تھی ۔ ایک دن جب میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو میری ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نامناسب اور غلط باتیں کیں ۔ میں روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قصہ سُنایا اور بتلایا کہ میں اپنی ماں کو روزانہ اسلام کی طرف بُلاتا تھا ۔ مگر وہ مانتی نہ تھی ۔ آج تو اس نے آپ کی شان مبارک میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کئے ۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت عطا فرمائے چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ؛

اللھم اھد ام ابی ہریرۃ — اے اللہ ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما دے ۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا فرماتے ہی میں ہشاش بشاش خوش و خرم گھر کو روانہ ہوا کہ (جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی ہے تو انشاء اللہ وہ ضرور پوری ہو کر رہے گی) جب گھر کے دروازے پہ پہنچا تو دروازہ بند نظر آیا ۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی

چاپ سن کر آواز دی۔ ابوہریرہ ذرا ٹھہر جا۔ (ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ) میں نے پانی کے گرنے کی آواز سُنی (آپ کی) والدہ نے غسل فرمایا۔ کپڑے پہنے اور جلدی میں دوپٹہ سر پر ڈالا۔ بعد میں دروازہ کھول کر کہنے لگی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ماں مسلمان ہو گئی۔ جب میں نے اپنی ماں کو یہ کہتے سنا تو جس طرح پہلے غم کے مارے روتا ہوا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تھا۔ اب آنکھوں میں فرحت ومسرت کے آنسو لئے ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی خوش ہو جائیے اللہ تعالٰی نے آپ کی دعا قبول فرمائی ہے اور ابوہریرہ کی ماں کو اسلام کی دولت بے بہا سے مالا مال کر دیا ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کی حمد وثنا بیان فرمائی۔ (مسلم شریف جلد ۲ ص۳۰۱)

خلقِ خدا میں محبوبیت کی نرالی شان

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ کی ایک دُعا کی طفیل خلقِ خدا میں محبوبیت کی ایک نرالی شان نصیب ہوئی اور سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ ماجدہ اسلام کی نعمتِ عظمٰی سے سرفراز ہوئیں۔ اسکے بعد آپؓ نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کی۔ تو ساتھ ہی درخواست کی کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرما دیں کہ تمام مومنوں کو

مجھ سے اور میری ماں سے بھی محبّت ہو جائے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک آسمانوں کی طرف اُٹھے اور دُعا فرمائی کہ : (دُعا)

اے اللہ تو اپنے بندے یعنی ابو ہریرہ اور اُس کی والدہ کو مسلمانوں کا محبوب بنا دے اور انہیں ایمانداروں کی محبت نصیب فرما۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نہایت یقین کے ساتھ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ :

جس مسلمان نے میرا نام سُنا۔ گو اس نے مجھے دیکھا بھی نہ ہو پھر بھی ضرور مجھ سے محبّت کرے گا (مسلم شریف)

یہی وجہ ہے کہ آج تک جتنے بھی اہلِ اسلام آئے اُن سب کے دلوں میں سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کی محبّت اور عقیدت کی ایک شمع جلتی رہی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی مسلمان ہو اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے محبت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جو مقام انہیں عطا فرمایا اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو دعائے محبوبیت سرفراز فرمایا ہے اُسے کس طرح مٹایا جا سکتا ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

والدہ کا ادب و احترام اور حسن سلوک

سیدنا ابوہریرہؓ اپنی والدہ کے بے حد اطاعت گزار اور فرمانبردار لڑکے تھے۔ والدہ کی عظمت وعزّت، مقام و مرتبہ کا بہت زیادہ احساس تھا۔اسی لئے ایک مرتبہ فرمایا کہ :

والدہ کا نام نہ لو۔ نہ ان سے آگے چلو اور نہ ان سے پہلے بیٹھو۔(الادب المفرد ص۵۹)

جس زمانے میں مروان بن الحکم نے آپ کو امارتِ مدینہ کی نیابت سونپی تھی۔ اس وقت آپ ذی الحلیفہ میں تشریف فرما تھے۔آپ کی والدہ کا قیام قریب ہی دوسرے گھر میں تھا۔ لیکن اس کے باوجود جب گھر سے باہر نکلتے تھے تو والدہ کے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر کہتے تھے :

اماں جان! السلامُ علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ آپ کی والدہ جواب میں فرماتی ؛ وعلیکم السلام یابنی ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ ۔ پھر آپ کہتے کہ اللہ تعالٰے آپ پر رحم فرمائے جیساکہ آپ نے میری بچپنے میں پرورش فرمائی (اور رحم فرمایا) آپ کی والدہ جواب میں فرماتی۔ خدا تم پر بھی رحم فرمائے اور بہترین بدلہ عنائت فرمائے اور تم سے راضی رہے جیساکہ تم نے بڑھاپے میں میرے ساتھ نیک برتاؤ کیا۔ اسی طرح جب آپ گھر کو واپس لوٹتے تو ماں کے دروازے

پر کھڑے ہو کر ایسا ہی کہتے تھے۔ (الادب المفرد بلبخاری ص۱۵، حلیتہ الاولیاء جلد ۱ ص)

ایک مرتبہ ایک غزوہ درپیش ہوا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو تیاری کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا حضرت ابوہریرہؓ بھی اس کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی ماں کے پاس جا کر اجازت چاہی۔ ماں نے اپنی حالت کے پیش نظر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقتِ حال تبلائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت ابوہریرہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس ٹھہرو۔ یہ بھی فی سبیل اللہ کا حکم ہے۔ جب تک اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا رہے اور ان کے حقوق ادا کرتا رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

اس کے بعد میں دو سال تک ٹھہرا رہا اور کسی غزوہ میں شرکت نہیں کی۔ جب تک میری ماں کا انتقال نہ ہو گیا (یعنی ماں کی وفات کے بعد شرکت کی (حیاۃ الصحابہ جلد ۲، ص۵۶۳)

اہل وعیال

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ نے قبولِ اسلام کے بعد غزوان کی بیٹی سے جس کے ملازم رہ چکے تھے نکاح فرما لیا۔ جیسا کہ آپ کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ:

آج میں وہی ابوہریرہ ہوں۔ لیکن وہی عورت جس کا میں پہلے ملازم تھا اللہ تعالیٰ نے اسے میری بیوی بنادیا۔ (حلیۃ الاولیاء، جلد ۱ ص ۳۸۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے غزوان کی بیٹی (جو مشہور صحابی حضرت عتبہ بن غزوانؓ کی بہن تھیں سے نکاح فرما لیا تھا۔ اور آپ کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی۔ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت محرر اور ایک پوتے نعیم کا ذکر ملتا ہے اور انہوں نے آپ کی عبادت کے بارے میں بھی ایک روایت بیان کی ہے (جو آگے آئے گی انشاء اللہ)

اہلِ صفہ ہونے کا شرف

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ اہلِ صفہ میں سے تھے۔ صفہ اس مکتب کا نام ہے جس کے بانی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس میں حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد تھی جو اہل و عیال اور کسب معاش کی فکر سے آزاد ہو کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔ یہ حضرات عبادت۔ ذکرِ الٰہی اور مجاہدہ نفس میں اپنے شب و روز بسر فرمایا کرتے تھے۔ نہ اُن کو تجارت سے کوئی طلب تھی نہ زراعت سے کوئی سروکار۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو روانہ فرمایا کرتے تھے۔ غزوہ معونہ میں انہی میں سے ستر آدمی

اسلام کی تعلیم دینے کے لئے بھیجے گئے تھے (بخاری شریف جلد صـ)
نیز اکثر مسکینوں اور اپاہجوں کی رضا کارانہ امداد کرتے اور ہر بیمار کی خبرگیری کرتے تھے۔ جہاں بھی کوئی شخص امداد کا مستحق ہوتا حاضر ہو کر ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ کسی کی موت واقع ہو جاتی تو تجہیز و تکفین کا انصرام فرماتے۔
قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں ان حضرات کا ذکر تفصیل سے آیا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اُن کو جنت کی بشارت بھی سنائی تھی۔ سیدنا حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ:

> ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اصحاب صفہ کی طرف ہوا آپ نے ملاحظہ کیا کہ وہ فقرد مجاہدے کے باوجود خوش و خرم ہیں۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا۔ اے اصحاب صفہ تم کو اور میری امت کے ہر اس شخص کو جو تمہاری صفت پر خوش دلی سے قائم ہو بشارت دی گئی ہے کہ تم جنت میں میرے رفقا ہو گے
> (ماخوذ از کشف المحجوب صـ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی تصوف کی عملی زندگی کا ایک اہم بنیادی نقطہ ہے۔ تصوف کے دورِ عروج تک صوفیاء کرام کی پاکیزہ زندگیاں اور ان کے نفوس طاہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو مطمع نظر بنائے رہے۔ ان حضرات کی یہی بے سروسامانی ان کا سرمایہ زندگی تھی۔ ادر الفقر فخری ان کا تاج شاہی تھا اور مطلوب و مقصود صرف

اور صرف اللہ واحد کی رضا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی۔

فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی ان کو
فقط دنیا میں حُبِ مصطفےٰ محبوب تھی ان کو
انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا
لباس ان کا تھا غربت، ان کا دامن فقر و فاقہ تھا
یہ آئے تھے یہاں پہ اکتسابِ نور کرنے کو
اشاعت نورِ قرآں کی قریب و دور کرنے کو

(شاہنامہ اسلام)

الغرض اہلِ صفہ کا یہی سر و ساماں تھا۔ اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اسی کے مطابق سلوک فرماتے اور ان کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ میرے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہیں۔ مجھ کو ایک کنیز عنایت ہو۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تم کو دوں اور اصحاب صفہ بھوکے رہیں۔

(زرقانی جلد ۱ صفحہ ۱۴۴، سیرۃ النبی حصہ اول صفحہ ۲۹۴)

یہی وجہ ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی شخص صدقہ لاتا تو آپ یہ چیز اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو اصحاب صفہ کو بلا لیتے اور ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔ اکثر ایسا ہوتا

کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مہاجرین وانصار پر تقسیم فرما دیتے۔ یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص کسی نہ کسی کو لے جاتا اور ان کو اپنے کھانے میں شامل کر لیتا۔

بظاہر بے سروساماں تھے اور آفت کے مارے تھے
مگر اصحاب صفہ سرورِ عالم ؐ کے پیارے تھے

سیدنا حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ:

اہل صفہ اسلام ہی کے مہمان تھے نہ ان کا گھر تھا نہ ان کے پاس مال و دولت تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ اس کو اس کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ استعمال نہ فرماتے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو استعمال فرماتے اور اہل صفہ کو بھی شریک فرماتے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صـ ۳۷۷)

اصحاب صفہ کے پاس کوئی ڈھنگ کے کپڑے بھی نہ تھے۔ کسی کے پاس چادر تھی تو کسی کے پاس ازار۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے۔

میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان کے پاس چادر تک نہ تھی فقط تہہ بند تھا یا فقط کمبل جس کو اپنی گردنوں میں باندھ لیتے تھے اور کمبل بھی اس قدر چھوٹا تھا کہ کسی کے آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک اور ہاتھ سے اس کو تھامتے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ (بخاری شریف جلد ۱ صـ ۶۳ الترغیب جلد ۲ صـ ۱۱۴)

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضؓ کا شمار بھی ان ہی باکمال اکابر اور مجاہدین ملت میں ہوتا ہے۔ حافظ ابونعیم رح حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ:

ابوہریرہؓ ان حضرات میں زیادہ مشہور ہیں۔ جو صفہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے صفہ ہی کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ جب تک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ صفہ ہی میں مقیم رہے۔ صفہ کے تمام رہنے والوں اور وہاں آکر نئے ٹھہرنے والوں کو حضرت ابوہریرہؓ خوب پہچانتے تھے۔ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو کھانے کے لئے جمع کرنا چاہتے تو ابوہریرہؓ کے ذریعہ بلاتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کو درجہ بدرجہ پہچانتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ا ص)

بہرحال اصحاب صفہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص اور منظور نظر تھے اور آپ کے ساتھ اکثر و بیشتر سفر و حضر میں رہا کرتے۔ جس کی وجہ سے ان کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال و افعال معلوم ہو جاتے تھے جو اور صحابہ کو جو ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتے، آسانی سے معلوم نہ ہو سکتے تھے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ سے مروی احادیث

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ جن سات صحابہ کرامؓ سے کثرت سے مروی ہیں۔ آپ ان میں سے ایک ہیں۔ مسند تقی بن مخلد کے مطابق

پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث آپ سے مروی ہیں۔
(کذافی العمدۃ جلد ا صد ۱۲۴)

کن حدیث ابوہریرہ را شمار پنج الف و سہ صد و ہفتاد و چہار

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حفظِ حدیث میں بڑا کمال عطا فرمایا تھا۔ اور اس اعتبار سے نہ صرف تاریخ اسلام میں بلکہ تاریخ کائنات میں اپنی مثال آپ ہے۔

بارگاہ رسالت ﷺ سے قوتِ حافظہ کی دولت

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں امت محمدیہ کو اور امتوں پہ جہاں اور بہت ساری باتوں میں امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ وہیں حفظ و یادداشت کی غیر معمولی قوت سے بھی سرفراز فرمایا ہے مشہور تابعی حضرت قتادہؒ (۱۰۷ھ) کہتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حفظ کی غیر معمولی قوت سے سرفراز فرمایا ہے۔ دنیا کی دوسری قوموں اور امتوں کے درمیان اس امت کا یہ خاص امتیازی سرمایہ ہے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا اور مختص کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اس اہم نوازش سے اس امت کو وافر حصہ مرحمت فرمایا۔

(زرقانی جلد ۵ صد ۳۹۵، البدایہ جلد ا صد ۳۹)

حضرت قتادہ کے اس بیان کو اگر حضرات محدثین کی زندگیوں میں دیکھ لیا

جائے تو یقیناً ہمیں اس کا قائل ہونا پڑے گا۔ تاریخ اسلام میں ایسے دو ایک نہیں بلکہ ہزار ہا اکابر گذرے ہیں جنہیں اس نعمت سے نوازا گیا تھا۔ یہ حضرات جو کچھ سنتے تھے فوراً حفظ ہو جایا کرتا تھا اور سال ہا سال تک وہ بات جوں کی توں محفوظ رہتی۔ چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت امام ابو زرعہ الرازی کا اپنا بیان ہے کہ میں نے جو چیز بھی سُنی وہ مجھے ایک ہی بار سننے سے یاد ہو گئی اور جو بات یاد ہو گئی وہ کبھی بھولی نہیں۔ اور فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی محدث سے دوبارہ بیان کرنے کی آرزو نہیں کی۔

(تہذیب جلد ۷ صہ ۳۲، البدایہ جلد ۹ صہ ۲۴۲)

آپ کے حافظہ کا عالم یہ تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ پچاس سال ہوتے ہیں کہ میں نے حدیثیں لکھی تھیں اور لکھی ہوئی کتابیں میرے گھر میں رکھی ہوئی ہیں۔ لکھنے کے بعد پورے پچاس سال میں نے ان حدیثوں کا کتابوں میں مطالعہ نہیں کیا۔ لیکن با ایں ہمہ جانتا ہوں کہ فلاں حدیث کس کتاب اور کس ورق کس صفحہ اور کس سطر میں ہے۔ (البغدادی جلد ۱۰ صہ ۳۳۲، تہذیب جلد ۷ صہ ۳۳)

۲۔ سیدنا امام ترمذی کے حالات میں مورخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک شیخ سے دو جزو حدیثیں لکھی تھیں۔ جب مکہ مکرمہ جانے لگے تو شیخ راستہ میں امام ترمذی سے ملے۔ آپ نے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ آپ فلاں فلاں اجزاء

کی حدیثیں سنائیں۔ انہوں نے سنانا شروع کیا۔ جب وہ سنا چکے تو فرمانے لگے اب تم سناؤ تاکہ میں سن لوں اور ان میں غلطی باقی نہ رہے۔ امام ترمذی کا بیان ہے کہ اتفاق میں وہ دونوں جزئیں (اور کاپیاں) بھول آیا تھا۔ میں نے شیخ کے ارشاد پر تدبیر یہ کی کہ سادہ کاپیاں سامنے رکھ لیں اور شیخ کی سنائی ہوئی حدیثیں زبانی سنانا شروع کر دیں۔ جب شیخ کی نظر ان سادہ کاپیوں پر پڑی تو وہ برہم ہوئے کہ تمہارے پاس لکھی ہوئی تو ہیں نہیں۔ تم ویسے ہی سناتے ہو۔ امام ترمذی نے فرمایا وہ مجھے سب زبانی یاد ہیں۔ چنانچہ شیخ نے مزید امتحان لیتے ہوئے چالیس غریب احادیث بیان کیں اور امام ترمذی سے فرمایا کہ اب سناؤ۔ انہوں نے ایک مرتبہ سننے کے ساتھ ہی وہ چالیس غریب احادیث زبانی سنا دیں اور ایک حرف میں بھی غلطی نہ کی۔ (تذکرۃ جلد ۲ صہ ۱۸۷ تہذیب جلد ۹ صہ ۳۸۸)

۴۔ حضرت امام ابو یوسف رح کے سامنے مشہور محدث حضرت سفیان بن عینیہ نے ایک مرتبہ چالیس احادیث مع سند کے بیان کیں اور امام موصوف کو ایک دفعہ ہی سننے سے وہ سب یاد ہو گئیں

(الجواہر المضیہ جلد ۲ صہ ۵۲۴)

یہی نہیں کہ آپ کی زندگی میں صرف ایک مرتبہ یہ واقعہ ہوا ہو بلکہ عموماً پچاس ساٹھ احادیث ایک ہی مجلس میں سن کر یاد کر لیتے

تھے اور حلقہ درس سے اٹھ کر وہی احادیث لوگوں کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صد ۳۰۳)

۴۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت قتادہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قتادہ اہلِ بصرہ میں سب سے زیادہ حفظ والے تھے وہ جو چیز بھی سنتے تھے انہیں یاد ہو جاتی تھی۔ ان پر حضرت جابرؓ کا صحیفہ ایک مرتبہ پڑھا گیا تو ایک ہی دفعہ سننے سے یاد ہو گیا تھا۔ (البدایہ جلد ۹ صد ۳۱۳ تذکرہ جلد ا صد ۱۱۶ تہذیب جلد ۸ صد ۳۵۴)

حضرت جابرؓ کے صحیفہ کے بارے میں قطعی طور پہ تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں کتنی احادیث تھیں البتہ حضرت جابرؓ سے کل ایک ہزار پانچ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔

(خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی صد ۴۵ شوق حدیث صد ۵۴)

۵۔ خلیفہ مامون الرشید اور ان کے بھائی امین الرشید کو ان کے والد ہارون الرشید نے مشہور محدث عبداللہ بن ادریس کے دولت کدے پہ حاضر ہونے کی تلقین کی تاکہ وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حاصل کریں۔ چنانچہ دونوں محدث کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ان کو سو احادیث سنائیں۔ مامون نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ احادیث آپ کو سنا دوں؟ استاد محترم نے اجازت دے دی۔ چنانچہ مامون نے وہ کل احادیث زبانی سنا دیں۔ (ماخوذ از شوق حدیث حصہ اول صد ۱۱۱)

اس قسم کے ایک دو نہیں بلکہ کئی واقعات اس امر کے شاہدِ عدل ہیں کہ اس امت کو حفظ کی دولت سے بھی مالا مال کیا گیا ہے۔ جو حضرات اس کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ، کی تصنیف لطیف "شوقِ حدیث" کا مطالعہ فرمائیں۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ جب امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے ان بزرگانِ دین کے حفظ کا یہ عالم تھا تو غور فرمایئے ان حضرات گرامی قدر کے حفظ و اتقان کا کیا حال ہوگا جن کے بارے میں خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم قوت حافظہ کی دعا فرما دیں اور ان کے حافظہ کی شہادت دیں اور صحابہ کرام جن کے حفظ پہ اعتماد و اعتبار کریں۔

۱۔ سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کے قوت حافظہ کے لئے خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں فرمائی ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ:

میرا حافظہ کمزور تھا۔ اکثر بات یاد نہ رہتی تھی۔ ایک دفعہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حافظہ کے قوی ہونے کے بارے میں دعا کی درخواست کی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے حکم کی تعمیل کی اور اپنی چادر پھیلادی۔ پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے سینے سے ملالو۔ میں نے اپنے سینے سے اسے ملالیا۔ چنانچہ اس کے بعد پھر میں کبھی بھی کوئی بات نہیں بھولا (بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ ـــــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے دونوں ہاتھ سینہ مبارک سے لگائے اور مٹھی بھر کر میری چادر میں ڈالی، پھر ارشاد فرمایا کہ اب چادر کو اپنے سینے سے لگا لو۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ آستانۂ نبوت سے سنے ہوئے جو علوم و حقائق حضرت ابوہریرہؓ بھول گئے تھے وہ سینہ مبارک سے عطا کئے گئے اور پھر دعا فرمائی۔ سیدنا حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد قوت حافظہ میں ایسی ترقی ہوئی کہ پھر میں کوئی چیز نہ بھولا اور جن علوم کے بھول جانے کی شکایت کی تھی وہ محفوظ ہوگئے اور مستقبل کے لئے بھی نسیان کا اندیشہ رفع ہوگیا۔

(فضل الباری جلد ۲ صـ۱۶۹)

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند باتیں تبلانے سے پہلے ارشاد فرمایا کہ :

کون ہے جو اس کو سیکھے اور سکھائے ؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں۔ اور میں نے اپنی چادر پھیلادی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کرنی شروع کی۔ یہاں تک کہ آپ فارغ ہوگئے۔ پھر میں نے وہ چادر سینے سے لگا لی۔ اس کے بعد میں ایک حدیث بھی جو آپ سے سنی ہے نہیں بھولا۔

(مسند احمد جلد ۲ صـ۴۲۷)

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک دن ہم تین آدمی جن میں

حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے۔ مسجد میں بیٹھے تھے اور ہم تینوں اللہ سے دعا کر رہے تھے اور اللہ کی یاد میں لگے ہوئے تھے کہ

اچانک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمارے پاس پہنچ گئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پہ ہم خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا کہ جو تم کر رہے تھے وہی کرتے رہو۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ دوسرے ساتھی نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری دعا پہ آمین فرمائی۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے دعا کی اور کہا اللھم انی اسئلک ماسٔال صاحبی واسالک علماً لا ینسی اے اللہ! میں آپ سے وہی چیز مانگتا ہوں جو میرے ساتھیوں نے مانگیں اور اس کے ساتھ ایسے علم کا بھی سوال کرتا ہوں جو میں کبھی نہ بھولوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سن کر آمین فرمائی۔ (ہم نے جب حضرت ابوہریرہؓ کی اس دُعا کو سنا تو ہماری بھی خواہش ہوئی کہ ہم بھی اس طرح کی دعا کریں) ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ایسا علم ملے جو کبھی نہ بھولیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوسی لڑکا تم پر سبقت لے گیا۔ (یعنی اس نے تم سے پہلے دعا کر لی۔ (الاصابہ جلد ۴ صہ ۲۰۸)

اسی لیے سیدنا حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

ہیں کسی ایسے صحابی رسولؐ کو نہیں جانتا جسے آپ کے فرمودات مجھ سے زیادہ یاد ہوں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد صہ)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور آپ کا یہ روحانی تصرف سیدنا ابوہریرہؓ کو مالا مال کر گیا اور امت کے لئے اس سے حدیث پاک کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے حدیث کی وہ خدمت لی کہ جو سنا پھر کبھی نہ بھولے اور جو دیکھا وہ ہمیشہ کی یاد بن گیا۔ آپ کی یادداشت کا عالم یہ تھا کہ فرماتے ہیں:

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سننے کے بعد اس کو کبھی نہیں بھولا۔ (الترغیب جلد ا صہ ۹۹)

اس روایت میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے لئے صریح طور پر حدیث کا لفظ ملتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی احادیث کی آگے نشر و اشاعت کو پسند فرماتے تھے اگر آپ اپنی تعلیمات کو صحابہ کرامؓ کے لئے ہی کافی سمجھتے تو انہیں یاد رکھنے کے لئے اس قدر توجہ نہ دلاتے۔ آپ کا حضرت ابوہریرہ کے حفظ کے بارے میں دعا کرنا اور روحانی تصرف فرمانا اس امر کی طرف مشیر ہے کہ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ کی احادیث بھی یاد رکھی جائیں۔ اور آگے ان کی روایت کی جائے (فافہم)

۳۔ سیدنا ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس قدر مجھے یاد ہیں

کہ سوائے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے اور کسی کو یاد نہیں
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کاتب حدیث
تھے اور میں لکھتا نہ تھا (بلکہ حفظ کر لیا کرتا تھا)

(بخاری شریف جلد ۱ صد ۲)

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ نے اس بات کی تصریح کر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس ان سے زیادہ حدیثیں موجود تھیں. حضرت ابوہریرہ کی مرویات پہلے بیان ہو چکیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ایک بڑی تعداد میں احادیث جمع کر چکے تھے. حدیث کی یہ عظیم خدمت اک سے پہلے دور کی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا دور تھا. جو لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ کتابت حدیث بہت بعد کی پیداوار ہے. انہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہیے. تاکہ روز آخرت شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ایک شبہ کا ازالہ

کتب احادیث میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی مروی احادیث کی بہ نسبت سیدنا حضرت ابوہریرہ کی مروی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے. حالانکہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو کی احادیث کی زیادتی تعداد خود ابوہریرہ بیان کر رہے ہیں. آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کی احادیث کم ہیں؟ اور کیوں حضرت ابوہریرہؓ نے یہ بات کہی؟

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک جگہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ؛

یہ بات حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے خیال اور تخمینہ کے اعتبار سے کہی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو حضرت ابو ہریرہ سے زیادہ احادیث ملی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ذخیرہ احادیث عبداللہ بن عمرو کے پاس زیادہ ہو. مگر روایات کی نوبت ان کو کم آئی اور خود زیادہ روایت نہیں کی. قلت روایت اس کی دلیل نہیں کہ ان کے پاس ذخیرہ احادیث کم تھا. چنانچہ خلفائے اربعہ خصوصاً سیدنا صدیق اکبرؓ سے احادیث بہت کم مروی ہیں کیا ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ صدیق اکبر جو، اول المومنین ہیں اور جلوت و خلوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح ہمیشہ مصاحب رہے کہ یار غار ایک محاورہ ہی بن گیا اور خصوصیات کا تو کیا ذکر. ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و مقالات ابو ہریرہ سے کم پہنچے ہونگے؟ اس کا ایک منٹ کے لئے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا.

روایات ابو ہریرہ کی کثرت کے اسباب

علامہ حافظ بدرالدین العینیؒ (۸۸۵ھ) علامہ حافظ بن حجر (۸۵۲ھ) اور علامہ نوویؒ (۶۷۶ھ) شارحین بخاری نے عبداللہ بن عمرو کی بہ نسبت روایات

ابو ہریرہ کی کثرت کے اسباب د وجوہ لکھے ہیں۔

ابو ہریرہ کی کثرت روایت کا ایک سبب ان کا محل قیام بھی تھا۔ فتوح امصار کے بعد عبداللہ بن عمرو کا قیام اکثر طائف اور مصر میں رہا۔ ان مقامات کو علمی اعتبار سے کوئی مرکزیت حاصل نہ تھی۔ بخلاف ابو ہریرہ کے کہ "انہ استوطن المدینۃ وھی مقصد المسلمین من کل جھۃ"

(عمدۃ القاری جلد ۲ صد ۱۹۶)

ابو ہریرہ نے مدینہ کو اپنا وطن بنالیا تھا اور مدینہ منورہ ہر اعتبار سے مسلمانوں کی منزل مراد تھی۔

مدینہ منورہ کے مرکز علم ہونے کی وجہ سے واردین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی اور حضرت ابو ہریرہ زندگی کے آخری لمحات تک مدینہ منورہ میں فتویٰ و تحدیث میں مصروف رہے اور لوگوں کی کثیر تعداد نے ان سے حمل روایت کیا۔ جس کی وجہ سے ان کی روایات کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ حضرت ابو ہریرہ نے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کی ہوئی احادیث سات سو سے زیادہ نہیں ہیں۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ سے آٹھ سو تابعین نے روایت کی ہے۔

دوسرا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ ایک مرتبہ ابو ہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ نسیان کی وجہ سے میں بھول

زیادہ جانتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص طریقہ اختیار فرما کر ان کے لئے عدم نسیان کی دعا فرمائی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا یہ شرف عبداللہ بن عمرو کو حاصل نہ تھا۔ یہ آپ کی دعا ہی کا فیض تھا کہ امت محمدیہ کو علوم نبوت کا وافر حصہ ابوہریرہ کی ذات گرامی سے ملا۔ اور ان کی روایات کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

تیسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ شام میں حضرت عبداللہ بن عمرو کو اہل کتاب کی کتابوں کا ذخیرہ مل گیا تھا۔ یہ ان کا مطالعہ کرتے تھے اسوجہ سے بہت سے تابعین کو ان سے روایات حاصل کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

علامہ حافظ ابن حجر نے ایک سبب یہ لکھا ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو تعلیم و تدریس کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ مشغول رہا کرتے تھے۔ (فتح الباری جلد ۱ صد ۱۱۸)

اس کے مقابلے میں حضرت ابوہریرہ کا رجحان طبع اشتغال علمی کی طرف زیادہ تھا۔ اس وجہ سے عبداللہ بن عمرو کی نسبت سیدنا ابوہریرہ کی روایات کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔

(واللہ اعلم بالصواب) (فضل الباری جلد ۲ صد ۱۴۸)

حضرت ابوہریرہ کی ساری توجہ حدیثوں کو یاد کرنے اور یاد شدہ احادیث کو آگے پہنچانے پر لگی تھی۔ (الوابل الصیب صد ۹)

سیدنا حضرت ابوہریرہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پہ

کلی اعتماد اور یقین تھا. آپ کو اس اعتماد پہ احادیث کریمہ کی روایت فرمانے میں کوئی حجاب نہ ہوتا تھا اور دوسرے صحابہ کرام بھی اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور روحانی تصرف اس میں کام کر رہا ہے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر سے کسی نے کہا کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ (خدا نا خواستہ اس میں کوئی شک کی بات تو نہیں) حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا خدا کی پناہ تو ان چیزوں میں مت پڑ کہ ابو ہریرہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اس میں شک ہے یا نہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ (دربار رسالت سے قوت حافظہ کی دولت پانے کے سبب) بیان کرنے میں بہت جری ہیں اور ہم لوگ جرأت نہیں کرتے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صہ ۵۱۰)

قوت حافظہ کے چند واقعات

۱۔ ابو زعزعہ (جو دمشق کی حکومت کے پہلے حکمران مروان بن حکم کا پرائیوٹ سیکرٹری تھا) کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ مروان نے سیدنا ابو ہریرہ کو (لوگوں کی اس شکایت پہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت کم رہے لیکن حدیثیں بہت زیادہ بیان کرتے ہیں) حکمت عملی کے ساتھ امتحان لینے کے لئے طلب کیا۔ ابو زعزعہ کہتے ہیں کہ مجھے قلم دوات اور کاپی

دے کر پس پردہ بٹھایا اور کہا کہ میں امتحاناً ابو ہریرہ سے احادیث پوچھوں گا۔ وہ جو حدیث بیان کریں تم لکھتے جاؤ۔ چنانچہ مروان نے بہت سی حدیثیں ابو ہریرہ سے پوچھیں۔ ابو زعزعہ ان کو لکھتے رہے۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور اس بات کو ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ مروان نے دوبارہ آپ کو طلب کیا اور ابو زعزعہ کو حسب سابق پردہ کے پیچھے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ پھر مروان کے حضرت ابو ہریرہ سے سال گذشتہ کی بیان کردہ احادیث پوچھیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ نے اسی طرح روایت فرمائی جس طرح پہلی بار بیان کی تھیں ابو زعزعہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ احادیث بیان کرتے جاتے اور میں بیاض میں لکھی ہوئی احادیث سے ان کو ملاتا جاتا۔ معلوم ہوا نہ تو انہوں نے کمی کی نہ زیادتی اور نہ تو کسی حدیث میں تقدیم کی نہ تاخیر۔ یعنی پہلی اور دوسری بار کے بیان میں ذرہ بھر فرق نہ تھا۔ (الاصابہ جلد ۴ صہ ۲۰۵ کتاب الکنیٰ للبخاری سہ ۲۳ مستدرک جلد ۳ صہ ۵۱۰)

۲۔ ایک مرتبہ حضرت محمد بن عمارہؓ اکابر صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور حضرت ابو ہریرہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان فرما رہے تھے۔ آپ کی بیان کردہ احادیث میں سے کچھ دوسرے اصحاب کو معلوم نہ تھیں تو انہوں نے اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے مراجعت کی یہاں تک کہ ان کو اطمینان ہو گیا۔ ایک مرتبہ پھر حضرت ابو ہریرہ نے ان احادیث کو اسی طرح بیان فرمایا اور ان میں ذرہ بھر کمی بیشی نہ کی۔

محمد بن عمارہ کہتے ہیں کہ اس سے) مجھے معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ احفظ الناس ہیں۔ (فتح الباری جلد ا صہ ۲۲۵)

۴۔ حضرت سعید مقبری کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ نے ایک مرتبہ یہ واقعہ بیان کیا کہ میرے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ روایت کرتا ہے معلوم نہیں اس کا حفظ کیسا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کا ایک شخص ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بتلاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں جگہ فلاں نماز میں کون سی سورت کی تلاوت فرمائی تھی۔ اس نے کہا مجھے یاد نہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو وہاں نہ تھا؟ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ کون سی سورت کی تلاوت فرمائی تھی اور میں نے وہ سورت بتلادی۔ (مسند احمد جلد ۲ صہ ۵۱۸)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں کہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ نے حکمت عملی سے اس بات کو واضح کر دیا کہ لوگوں کا یہ خیال اور گمان صحیح نہیں جو وہ میرے بارے میں قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ میں اس قسم کی باتوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ یاد کر لیتا ہوں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے میرا حافظہ بڑا قوی ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات اور ایک عمل کو نہایت اچھی طرح یاد کرتے تھے اور اسے آگے پہنچانے کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت اور اسوہ حسنہ امت کے لیے لائق اتباع نہ ہوتا تو حضرت ابوہریرہ کبھی بھی اس قسم کی باتوں کو یاد نہ رکھتے۔ حضرت ابوہریرہ کا بظاہر ایک معمولی بات کو بھی یاد کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ صحابہؓ کرامؓ کی نظر میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا۔

۴۔ حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ملک شام کی طرف چلے گئے تھے کہ وہاں ان کی ملاقات حضرت کعب احبار سے ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی اور حضرت کعب تورات سے بیان کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ بحث اس جگہ پہنچ گئی کہ جمعہ میں وہ کون سی ساعت ہے جو متبرک ہے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے تھے۔ کہ جمعہ کے دن ہی ایک ساعت ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کی جائے۔ (الخ) حضرت کعب کہتے تھے وہ ایک جمعہ میں نہیں بلکہ سال کے کسی جمعہ میں ایک ساعت ہے حضرت ابوہریرہ کہتے تھے کہ ایسا نہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوہریرہ جب مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹے تو وہاں حضرت عبداللہ بن سلام (جو تورات کے بھی بڑے عالم اور ماہر تھے) سے ملاقات ہوئی حضرت ابوہریرہ نے سارا ماجرا سنایا اور وہ بھی کہا جو حضرت کعبؓ نے کہا تھا اس پر حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ حضرت کعب نے لاعلمی میں یہ بات کہی ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ بعد میں حضرت کعب نے اس سے رجوع کر لیا تھا (المصنف لعبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۶۴)

نسائی شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کعب نے اس بات کی تصدیق کی اور حضرت ابو ہریرہ کے کلام کو درست پایا تھا۔

(نسائی شریف جلد۱ صہ۲۱)

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا حافظہ نہایت قوی تھا اور حضرت کعب جو تورات کے بھی عالم تھے حضرت ابو ہریرہ کی قوت حافظہ کی داد بغیر نہ رہ سکے اور تورات کے دوسرے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن سلام نے بھی حضرت ابو ہریرہ کے قول کی تصدیق فرمائی۔ جبھی تو حضرت کعب یہ فرمایا کرتے تھے کہ

میں نے ابو ہریرہ سے زیادہ جاننے والا تورات کے بارے میں بھی کسی کو نہ دیکھا (الاصابہ جلد۴ صہ۲۰۸)

نیز سیدنا حضرت ابو ہریرہ کا صحت حدیث پر اصرار کرنا اور تورات کی اس بات کو تسلیم نہ کرنا بھی اس بات کو بتلا رہا ہے کہ ان کے ہاں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی کیا اہمیت اور اس کا ادب کتنا تھا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ نے ہمارے سامنے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند اور سورج قیامت کے دن بے نور کر کے دو ٹکڑوں کی طرح دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے میں نے یہ سن کر کہا کہ انہوں نے کیا خطا کی ہے؟ اس پر ابو ہریرہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کر رہا ہوں (اور تم دلیل مانگ رہے ہو۔ ہمارے لئے یہی کافی

ہے کہ آپ نے ارشاد فرما دیا۔ دلیل یا علت و حکمت کی ضرورت نہیں)
یہ سن کر میں خاموش ہو گیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا ہی ایمان کا تقاضا ہے۔ اور ایک مومن اسی وقت مومن کہلانے کا مستحق ہے جب وہ بغیر کسی دلیل کے ارشادات رسول کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گذر ابو ہریرہ پر ہوا درآنحالیکہ آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان فرما رہے تھے کہ:

جو شخص جنازے کے پیچھے جائے پھر اس کی نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے قیراط بھر ثواب ہے اور جو کوئی اس کے دفن ہونے تک ٹھہرا رہے تو اس کے لئے دو قیراط بھر ثواب ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ سے بھی (ثواب کے لحاظ سے) بہت بڑا ہے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابو ہریرہ جس حدیث کو آپ بیان فرما رہے ہیں ذرا اسے دوبارہ دیکھ لیجئے (کہ کہیں اشتباہ تو نہیں ہو رہا) یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ام المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہیں سنی؟

(اور مذکورہ حدیث بیان فرمائی) حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ سن کر فرمایا۔
اللھم نعم   خدا کی قسم ایسا ہی سُنا ہے۔
جب حضرت ابوہریرہ نے آپ سے تصدیق فرمالی تو پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت بازاروں اور باغات نے مشغول نہیں کر رکھا تھا۔ میری تو یہ خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حدیث مجھے سکھا دیا کریں یا ایک لقمہ اپنے دست مبارک سے کھلا دیا کریں (اس کے علاوہ تو میری کوئی خواہش ہی نہیں ہوتی تھی۔ پھر کیونکر میں بازاروں اور باغات میں مشغول ہو سکتا تھا) آپ کے اس ارشاد فرمانے کے بعد حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ:

آپ ہم میں سب سے زیادہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہا کرتے تھے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاننے والے ہیں۔ (مسند احمد جلد ۲ صد ۳ البدایہ جلد ۸ صد ۱۰۱)

مسلم شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ نے تصدیق فرمالی تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے (افسوس کے ساتھ) ان کنکریوں کو جو آپ کے ہاتھ میں تھیں زمین پر پھینکا اور فرمایا۔
لقد فرطنا فی قراریط کثیرہ   (مسلم شریف جلد ا صد ۳۰۷)

حضرت عبداللہ بن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ جیسی جلیل القدر ہستیوں کا حضرت ابوہریرہ کی روایت پر اعتبار کرنا اور اس کی تصدیق کرنا سیدنا ابوہریرہ کے قوت حافظہ کے غیر معمولی ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

شیخ مصطفیٰ احسن السباعی اپنی تالیف السنتہ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

ایسا صحابی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ۴۷ سال تک کبار صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر رہنے والوں یعنی ازواج مطہرات اور عام صحابہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مسلسل بیان کرتا رہا ہو اور وہ سب کے سب اس کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے اور روایت حدیث میں اس کی برتری کا اعتراف کرتے رہے ہوں۔ تابعین اس سے احادیث رسول سننے کے لئے جوق در جوق آتے رہے ہوں۔ علماء تابعین کے سرکردہ، متقی، پرہیزگار اور جری تابعی امام سعید بن المسیب اس سے نہ صرف علم اور احادیث حاصل کریں بلکہ اپنی دختر نیک اختر کی شادی اس سے کر کے علمی قرابت کی تقویت کے لئے عائلی قربت بھی حاصل کریں اس سے حدیث حاصل کرنے والے محدثین کی تعداد آٹھ سو تک پہنچی ہو۔ پھر یہ سب کے سب صحابہ و تابعین اس کی جلالت و قابل اعتماد ہونے پر متفق ہوں اور تیرہ صدیوں تک تاریخ اسلام میں اس کا نام سرفہرست رہا ہو۔ یہ تمام باتیں اس کی صداقت و دیانت اور روایت حدیث میں ثقہ اور معتمد ہونے پر وہ سچی اور محکم شہادت دیتی ہیں جو علی الاعلان

گواہی دے رہی ہے کہ اسلام کی تاریخ میں اس مقام پہ کوئی بھی صحابی نہیں پہنچا۔ جس پہ حضرت ابوہریرہ پہونچے ہوئے ہیں۔
(ماخوذ از ماہنامہ الرشید ساہیوال رجب ۱۳۹۹ھ صد ۲۰)

اسی لئے جب علی بن الحسین رحمۃ نے سعید بن مرجانہ سے ابوہریرہ کی زبانی ایک حدیث سنی تو علی بن حسین نے سعید سے دریافت فرمایا کہ:

انت سمعت ھذا من ابی ھریرہ قال سعید نعم (مسند احمد جلد ۲ صد ۴۲۲)

کیا تو نے یہ ابوہریرہ سے سنی ہے؟ سعید نے کہا کہ ہاں! ان سے سُنی ہے۔

جس سے اس امر کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ روایت کے مستند اور معتمد ہونے کا پتہ سیدنا حضرت ابوہریرہ سے بھی ہو جاتا تھا۔ اس لئے کہ وہ آپ کو اچھی طرح یاد ہوتی تھی۔ اور جیسا سنتے تھے ویسا بیان فرما دیتے تھے۔

(نوٹ) سیدنا حضرت ابن عمر کا حضرت ابوہریرہ سے درخواست کرنا کہ ذرا اسے دوبارہ دیکھ لیجئے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ معاذ اللہ حضرت ابوہریرہ بغیر سنی سنائی حدیث روایت فرما دیا کرتے تھے۔ علامہ نووی شارح مسلم (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کے کثرت روایت پہ حضرت عبداللہ بن عمر کو اس امر کا گمان ہوا ہو کہ اشتباہ ہو گیا ہے اور ایک حدیث دوسری حدیث میں خلط ملط ہو گئی ہوگی (اس لئے

کہا دیکھ لیجئے کہ کہیں ایسا تو نہیں) یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ابوہریرہؓ بغیر سنی سنائی حدیث بیان کرتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ کا مقام اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے کہ ایک اس قسم کی بدگمانی کریں اور دوسرے اس طرح روایت کریں۔ (نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۳۰۴)

سیدنا حضرت ابوہریرہ کو جن جن اشخاص نے اس کی طرف توجہ دلائی ہے ان سب کا مطلب یہ تھا کہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہایت احتیاط سے بیان ہونی چاہیئے۔ صحابہ کرام سے بڑھ کر امت میں کون عادل ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود ایک دوسرے کو اس معاملے میں تنبیہہ کرنا اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ امت میں کوئی بڑے سے بڑا محدث ہی کیوں نہ ہو۔ جب وہ حدیث کی روایت کرے تو اس کو بدرجہ اولیٰ حزم و احتیاط کا خیال رکھنا ہوگا۔

بہرحال سیدنا حضرت ابوہریرہ دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے احادیث کریمہ کے ایسے حافظ ہوئے۔ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بہت سی مرتبہ کسی مسئلہ پر کوئی پریشانی واقع ہو جاتی اور حضرت ابوہریرہ سے اس کا حل مانگا جاتا تو آپ نبی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اس مشکل کا حل بیان فرما دیتے۔

ایک مرتبہ لوگوں کو مکہ کے راستے میں آندھی نے آلیا۔ حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے۔ آپ بھی پریشان ہوئے۔ آپ نے

ساتھیوں سے فرمایا کہ کوئی ہے جو اس مسئلہ میں کوئی حدیث سنا دے۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اس بات کی اطلاع ملی تو میں حضرت عمر کی طرف روانہ ہو گیا اور ان سے جا ملا۔ میں نے کہا، یا امیر المومنین یہ خبر ملی ہے کہ آپ نے آندھی سے متعلق کوئی بات پوچھی ہے۔ (تو سنیئے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ کبھی رحمت لے کر آتی ہے اور کبھی عذاب لے کر۔ جب تم اسے پاؤ تو بُرا بھلا نہ کہو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ سے اس کا خیر طلب کرو۔ اور اس کی آفت سے پناہ مانگو۔ (مسند احمد جلد ۲، ص ۲۶۸ ص ۴۰۹)

حفظ حدیث کی خاطر بھوک پیاس برداشت کرنا

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ نے کتنی محنت اور مشقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ حاصل کی ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے جو مالی و جانی قربانیاں دیں اور حالات کے نازک سے نازک موڑ پر اس دین قیم کی حفاظت کی اور اپنے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اگر ان حضرات کی یہ قربانیاں نہ ہوتیں اور وحی الٰہی کی حفاظت کے سلسلہ میں یہ مجاہدے نہ ہوتے تو معلوم نہیں ہم تک اسلام صحیح صورت میں پہنچ بھی سکتا یا نہیں؟ اللہ تعالےٰ ان

اکابر پر اپنی رحمت کی بے شمار بارشیں فرمائے۔ (آمین)

سیدنا ابوہریرہؓ پر بھی ایسے حالات آئے تھے اور کئی دفعہ آپ پر ایسا وقت بھی آیا کہ بھوک اور پیاس نے بُرا حال کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کرنے اور معلوم کرنے کے لئے بے تاب رہا کرتے تھے۔ محبوب کے الفاظ سے لاعلم رہیں اس کے لئے ہرگز تیار نہ تھے۔ اس وقت اپنا حال خود بیان کرتے ہیں کہ:

> میں نے وہ صورت حال بھی دیکھی ہے جبکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان بے ہوشی کی حالت میں گر جایا کرتا تھا اور آنے والا آتا اور اپنے پیر کو میری گردن پر رکھتا تھا۔[1] اور یہ سمجھتا تھا کہ مجھ کو جنون ہے۔ حالانکہ صورت حال کچھ اور تھی مجھکو جنون وغیرہ کچھ نہ تھا۔ مجھ کو تو صرف بھوک کی شدت تھی (ریاض الصالحین صـ۲۴۴ الترغیب جلد نمبر ۴، صـ۱۱۹)

کبھی کبھی بھوک کی شدت سے آپ سے سیدھا بھی بیٹھا نہ جاتا تھا تو کہنی سے زمین پر ٹیک لگا کر نیم دراز ہو جایا کرتے تھے۔ آپ

---

[1] شاید عرب میں اس وقت جنون کا یہی علاج سمجھا جاتا ہو کہ مجنون کی گردن پر پاؤں رکھ دیا جائے تاکہ اسے سکون مل جائے (واللہ اعلم)

فرماتے ہیں :

خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین سے لگا دیتا تھا۔ اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک پتھر پیٹ پر باندھ لیتا تھا (بخاری شریف ۲/ص ۹۵۵۔ ریاض الصالحین ص ۲۳۹)

آپ فرماتے ہیں :۔

ایک روز میں صفہ میں موجود تھا۔ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کھجوریں بھجوائیں۔ اس وقت ہماری بھوک کا عالم یہ تھا کہ ایک ایک کھجور کھانا نفس نے گوارا نہ کیا بلکہ ہر ہر لقمہ میں جلدی جلدی دو دو کھجوریں کھانے لگے۔ اور سب نے ایک دوسرے کو کہہ دیا کہ دو دو کھجوریں ملا کر کھائیں۔ (حلیۃ الاولیا، جلد ۱ ص ۳۳۹)

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ :۔

لوگ کہا کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ کثرت سے احادیث سناتا ہے۔ خدا کی قسم میرا حال یہ تھا کہ بھوکے رہتے ہوئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا (میں کسی حال میں بھی آپ کو چھوڑنا گوارا نہ کرتا تھا) نہ مجھے کھانے کے لئے گیہوں کی روٹی میسّر تھی نہ پہننے کے لئے کپڑے۔ نہ ہی میرا کوئی خادم تھا۔ میں اپنے پیٹ کو بھوک کی وجہ سے ریت سے چمٹائے رکھتا تھا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر ۱ ص ۳۷۹)

آپ یہ بھی فرماتے ہیں:

ایک دفعہ ایسے ہی میں بیٹھا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا گزر ہوا تو میں نے اُن سے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں معلوم کیا۔ اور مقصد یہ تھا کہ اس بہانے آپ مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کچھ کھلا دیں گے۔ لیکن وہ یوں ہی گزر گئے ان کے بعد حضرت عمرؓ کا گزر ہوا اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ ابوالقاسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے میرے چہرے سے بھوک کا اندازہ فرما لیا۔ ارشاد فرمایا: ابوہریرہؓ۔ میں نے عرض کی حضورؐ حاضر ہوں اور آپؐ کے ہمراہ ہو لیا۔ اور خانہ اقدس میں پہنچا۔ چنانچہ آپؐ نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ میں داخل ہو گیا وہاں دودھ کا ایک پیالہ رکھا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کہاں سے آگیا، جواب ملا کہ کوئی شخص یا فلاں عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفۃً دے گئی ہے۔ آپؐ نے یہ سن کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ابوہریرہؓ جاؤ اور اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ان (اصحاب صفہ) کے نہ رہنے کا کوئی ٹھکانہ تھا اور نہ کھانے کا کوئی سہارا۔ مسجد میں رہا کرتے اور جب کہیں سے کوئی صدقہ آجاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کھلا دیا کرتے۔

یا تحفے میں سے کچھ حصّہ اُن کو بھجوا دیتے۔ چنانچہ اس دودھ کے لئے مجھے کچھ خیال سا گزرا کہ اتنا سا دودھ اور اتنے اصحابِ صفہ کیسے پی کر پورا کر پائیں گے۔ یہ تو میں تنہا ہی پی جاتا۔ تاکہ کم از کم میرا اکیلے کا ہی پیٹ بھر جاتا۔ مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننی فرض تھی۔ چنانچہ میں نے ان سب کو بلایا۔ وہ آگئے تو آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ یہ پیالہ ان کو دے دو۔ میں نے ایک شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے پیا پھر دوسرے کو دیدیا۔ اس نے پیا۔ اسی طرح تیسرے کو۔ حتیٰ کہ سب پی چکے اور آخر میں وہ پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے پیالہ لیا اور مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے کہ اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ جی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپؐ نے فرمایا۔ اچھا لو۔ اب تم بیٹھ کر پیو۔ میں بیٹھ گیا اور پیا۔ آپؐ نے فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا۔ واللہ اب میرے پیٹ میں جگہ نہیں۔ چنانچہ آپؐ نے پیالہ لے لیا اور اول اللہ کی تعریف فرمائی۔ پھر بسم اللہ فرماتے ہوئے بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔ (بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۹۵۵۔ مسند احمد جلد ۲، صفحہ ۵۱۵)

نبی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرزِ عمل میں ہزار ہا

ہدایات شریعت وطریقت سے متعلق موجود ہیں۔ اسوقت ہمارا موضوع یہ نہیں بتلانا صرف یہ ہے کہ سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ نے حفظِ حدیث کی خاطر کیسی کیسی تکالیف کا سامنا کیا اور احادیثِ کو یاد فرمانے کی کوشش فرمائی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ :۔

اوقات نماز کے علاوہ اگر کوئی اہلِ صفہ میں سے نکل کر مسجد نبوی کا رخ کرتا تو اس کا واحد مقصد بھوک کی شدت ہوتی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہاں اسی حال میں مبتلا کچھ اور لوگ مل جاتے۔ ایک دن میں بھی اسی حال میں نکل کر مسجد میں پہونچا تو کچھ لوگ ملے انہوں نے پوچھا۔ ابوہریرہ تم کو اس وقت کس چیز نے نکالا۔ میں نے کہا بس بھوک کی شدت نے ۔ کہنے لگے واللہ ہم کو بھی بھوک ہی نے نکلنے پر مجبور کیا۔ (چنانچہ طے ہوا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں، پس ہم سب اٹھ کر چلے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا اس وقت کیسے آنا ہوا؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک لائی ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا یہ دو کھجوریں کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔ یہی دو کھجوریں تمہیں آج کے لئے کافی ہوں گی۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور

کھالی اور دوسری اپنے دامن میں اٹھا کر رکھدی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے یہ کھجور کس لئے اٹھا کر رکھ لی۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ اپنی والدہ کے لئے رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا تم اس کو کھا لو۔ ہم ان کے لئے بھی تم کو دو کھجوریں دیں گے چنانچہ میں نے وہ کھجور بھی کھالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی والدہ کے لئے مزید دو کھجوریں بھی عنایت فرمائیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک اور واقعہ پیش آگیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کچھ گفتگو فرمائی اور پھر فرمایا۔ ابوہریرہ یہ تمہارے منہ سے بو کیوں آرہی ہے؟ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بغیر افطار کے مسلسل روزہ سے ہوں۔ اور کوئی ایسی چیز میرے پاس نہیں کہ میں اس سے افطار کر لوں۔ (یعنی کئی روز سے بھوکا ہوں) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چلو۔ میں گھر تک ساتھ چلا گیا۔ آپ نے اپنی ایک باندی کو آواز دی۔ پھر ارشاد فرمایا ذرا یہ پیالہ اٹھا لاؤ۔ وہ پیالہ لے آئی۔ اس میں کچھ تھوڑا سا بچا ہوا کھانا تھا۔ شاید جو تھے جس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول

فرمایا تھا اور کناروں میں کچھ تھوڑا سا لگا ہوا رہ گیا تھا۔ میں نے بسم اللہ کی اور سمیٹ سمیٹ کے کھانے لگا۔ یہاں تک کہ اسی سے شکم سیر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن شفیق کہتے ہیں کہ:

میں ایک سال حضرت ابوہریرہ کے ساتھ رہا۔ ایک دن فرمانے لگے کاش تو ہمارا وہ زمانہ بھی دیکھتا کہ جب کئی کئی دن ہم پہ ایسے گذرتے تھے کہ اتنا کھانا بھی میسر نہ آتا تھا جس سے ہم اپنی کمر ہی سیدھی کر لیں۔ یہاں تک کہ مجبور ہو کر پیٹ سے پتھر باندھتے تاکہ کمر سیدھی ہو سکے۔

(فتح الباری جلد ۱۱ صہ ۲۴۲، سیرۃ المصطفیٰ صہ ۲۵۴)

امام التابعین سیدنا سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ:

میں نے حضرت ابوہریرہ کا یہ حال بھی دیکھا ہے کہ آپ بازار کا چکر لگاتے پھر گھر واپس آتے اور فرماتے کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے۔ اگر گھر والے کہتے نہیں تو فرماتے پس میں روزہ سے ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صہ ۳۸۲)

سیدنا حضرت ابوہریرہ ان تنگ حالیوں کے باوجود کھانے کے حریص نہ تھے اور کبھی آپ پہ پیٹ کی طمع نے غلبہ نہ پایا۔ ہمیشہ اتنے پہ اکتفا کرتے جتنا آپ کے لئے کم سے کم کافی ہوتا۔ اگر آپ کے پاس پندرہ کھجوریں ایک ساتھ ہو جاتیں تو پانچ کھجوروں سے افطار کرتے اور

پا پنچ سحر میں کھاتے اور بقیہ پا پنچ افطار کے لئے رکھ دیتے ۔
(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صـ۳۸۴)

حالانکہ آپ پہ فقر کی آزمائشوں کا ایک طویل زمانہ گزرا تھا۔ مگر اس کے باوجود ہمیشہ قناعت والی زندگی بسر فرمایا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوشحالی اور آسودہ زندگی کا دور شروع ہوا۔ اس وقت بھی آپ نے شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپ ہمیشہ اپنے ایام فقر کو یاد کرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک جماعت کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے تھے کہ جو کی روٹی بھی کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی تھی۔ (ایضاً)

مضارب بن حزن کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کو سفر کر رہا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص تکبیر کہہ رہا ہے۔ جب میرا اونٹ اس کے قریب پہنچ گیا تو میں نے کہا یہ کون ہے؟ جواب ملا ابوہریرہ میں نے کہا یہ تکبیر کیسی؟ کہا شکر کی۔ میں نے کہا کس چیز پہ؟ کہا میں بسرہ بنت غزوان کا خادم تھا۔ پھر ایسا زمانہ آیا کہ اللہ نے ان کے ساتھ میری شادی کرا دی۔ اب وہ میری

اہلیہ ہیں۔
اسی دور میں آپ کے یہاں جب کوئی مہمان آتا اور گھر سے کھانا مہمانوں کے لئے لایا جاتا تو حضرت ابو ہریرہ کے منہ سے تکبیر بلند ہوتی اور فرماتے۔
تعریف ہے اس اللہ کے لئے جس نے یہ غذا بخشی۔ ایک وقت وہ تھا جب ہمارا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا۔
(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۳۸۰)

الغرض سیدنا حضرت ابو ہریرہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کو یاد کرنے اور اس کی خاطر بھوک پیاس صعوبت و مشقت برداشت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان پہ اپنا خاص فضل فرمایا اور انہیں حافظانِ حدیث کا امام و پیشوا بنایا۔ حضرت یحییٰ بن کثیر نے کتنی عمدہ بات فرمائی ہے کہ:

لا یستطاع العلم براحۃ الجسم (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)
جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ جو حضرات اس میدان میں آتے ہیں ان پہ فقر و فاقہ کی بھی آزمائش ہوتی ہے اور پھر آزمائش میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد دنیائے علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بنتے ہیں۔ جب کبھی ایسے حالات آئیں تو ان کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرنا چاہیئے۔

سیدنا ابوہریرہؓ کا حرصِ حدیث

سیدنا حضرت ابوہریرہ کا حرص حدیث اور طلب حدیث بہت مشہور ہے آپ کو جہاں اور جب موقع ملتا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرتے اور احادیث کریمہ حاصل فرماتے۔ اگر حوائج ضروریہ سے کہیں باہر جانا پڑ جاتا تو آپ کی کوشش ہوتی کہ حاجت براری کے بعد پھر درِ اقدس پہ حاضر ہوجائیں۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ:

لوگ کہا کرتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت سی حدیثیں روایت کرتے ہیں خدا کی قسم اگر قرآن میں یہ دو آیت نہ ہوتیں تو میں (ابوہریرہ) ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والہدیٰ سے لے کر وانا التواب الرحیم (البقرہ ۲ ع ۳) تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا ہمارے مہاجر بھائیوں کو بازار میں آنے جانے کی مصروفیت رہتی اور انصار بھائیوں کو زراعت کی مصروفیت روکے رکھتی اور ابوہریرہ (یعنی میں) پیٹ بھوکا رکھے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پکڑے رکھتا اور جہاں اور نہ جا سکتے وہاں بھی جاتا اور جو باتیں اور یاد نہ رکھ سکتے انہیں بھی یاد رکھتا۔

(بخاری شریف جلد ۱ ص   )(مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۰۲)

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ کو طلب حدیث

کا بہت ہی شوق تھا اور آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک میں حاضر ہو کر آپ سے احادیث کریمہ حاصل کرتے رہتے، یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ نے صریح طور پہ رب العزت کے ارشاد ما انزلنا میں حدیث کو بھی داخل سمجھا ہے اور آپ کے اس ارشاد پہ حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام میں سے کسی کا انکار ثابت نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات اکابر احادیث مبارکہ کو وحی الہٰی سمجھ کر پڑھتے اور پڑھاتے سنتے اور سناتے تھے۔ حضرت حسان بن عطیہ نے تو اس پہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کی بھی صراحت کر دی ہے۔ فرماتے ہیں

کان جبرئیل علیہ السلام ینزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن ویعلمہ ایاھا کما یعلمہ القرآن
(قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث ص۵۱)

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ سنت لے کر بھی اسی طرح اترتے تھے جس طرح قرآن کریم لے کر نزول فرماتے اور آپ کو سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح آپ کو قرآن سکھاتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سیدنا حضرت ابوہریرہ کی حرصِ حدیث کا علم تھا اور آپ کے طلب حدیث کا اندازہ تھا۔ اسی لئے آپ بھی ان کے ساتھ ویسا ہی کریمانہ برتاؤ فرمایا کرتے تھے اور ان کی حرص حدیث اور طلب حدیث کے پیش نظر انہیں احادیث کریمہ سے نوازا کرتے

تھے. حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ کون مستحق ہو گا. آپ نے فرمایا ابو ہریرہ میں جانتا تھا کہ تجھ سے پہلے کوئی یہ حدیث مجھ سے نہیں پوچھے گا. کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تجھے حدیث سننے کی کیسی حرص ہے (یعنی تیری حرص بہت ہے سو اب سن لے) سب سے زیادہ میری شفاعت کا نصیب ہونا اس شخص کے لئے ہو گا جس نے اپنے دل میں یا اپنے جی میں خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا ہو. (بخاری شریف جلد ۱ صنہ ۲۰)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کوئی ہے ایسا شخص جو ان باتوں پر خود عمل کرے یا کم از کم ان لوگوں ہی کو بتا دے جو ان پر عمل کریں. میں بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں. آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں تبلائیں. (الحدیث رواہ احمد ترجمان السنہ صفحہ ۱۹۹/۲)

حضرت العلامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ:
حضرت ابو ہریرہ کی طلب اور حرص حدیث اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ حدیث ان دنوں قانون اسلامی کے ماخذ اور دین کا سرچشمہ علم ہونے کی حیثیت سے مسلم تھی اور صحابہ کی کوشش ہوتی تھی کہ اس کو پوری محنت سے یاد کیا جائے. اس کی حفاظت کی جائے

اور اسے اچھی طرح سمجھا جائے۔ حدیث کی یہ اہمیت پوری پیش نظر
نہ ہوتی تو صحابہ کرام حدیث کی طلب اور اسے یاد رکھنے اور
اسے پوچھنے کی فکر میں یہ انداز اختیار نہ فرماتے۔

(آداب الحدیث ص۵۷)

۳۔ حضرت معاویہ النہدی کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔
آپ کے رب نے شفاعت کے بارے میں کیا کہا۔ آپ نے
فرمایا خدا کی قسم میں نے خیال کیا کہ تو ہی پہلا شخص ہوگا جو مجھ سے
اس بارے میں پوچھے گا کیونکہ میں تیرے حرص علم (حرص حدیث)
کو دیکھ رہا ہوں۔

(مسند احمد جلد ۲ ص۵۱۸ جامع بیان العلم جلد ۲ ص۲۳ (بخاری شریف جلد ص)

اس حدیث پاک میں علم کا لفظ آیا ہے۔ مراد اس سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی احادیث کریمہ ہی ہے۔ علامہ عبدالبر لکھتے ہیں۔
فی الجزء الاول لما رایت من حرصك علی الحدیث وفی هذا لما رایت
من حرصك علی العلم فسمی الحدیث علما علی الاطلاق ومثل ذلك
قوله صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فوعاها ثم بلغها
غیره فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه
فسمی الحدیث فقها مطلقا وعلما ـــ وکذلك قوله صلی اللہ علیہ
وسلم لعبد اللہ بن عمرو بن العاص اذا اذن له ان یکتب حدیثه

(قیدالعلم فقال له یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وماتقییدہ قال الکتاب) فاطلق علی حدیثہ اسم العلم لمن تدبرہ وفہمہ

(جامع بیان العلم جلد ۲ صہ ۳۴)

اسی لئے حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت عطاء بن ابی رباح جب کوئی بات بیان کرتے تو میں پوچھتا:-

علم اورای فان کان اثراً قال علم وان کان رأیا قال رای

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۴۶۹)

یہ علم ہے یا رای اگر حدیث ہوتی تو آپ فرماتے علم ہے اگر رائے ہوتی تو فرماتے رائے ہے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کے اس حرص حدیث اور طلب حدیث کے پیش نظر بہت سی مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی طور پر ان سے مخاطب ہوتے اور احادیث کریمہ بیان فرماتے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہؓ سے مروی احادیث میں بہت سی احادیث ایسی بھی ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے، کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مخاطب کر کے فرماتے الا حدثکم حدیثاً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بھی ان کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔

اسی طرح قرب و جوار کے باشندوں یا دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کو بھی معلوم تھا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہؓ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث کے حافظ ہیں اور اُن کی پوری توجہ حفظِ حدیث و تبلیغِ حدیث

پر مرکوز ہے تو آپ سے درخواست کرتے کہ احادیثِ کریمہ سنا دیں حضرت سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ لوگ حضرت ابوہریرہؓ سے درخواست کرتے کہ:

ایھا الشیخ حدثنا حدیثا سمعتہ من رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(جامع بیان العلم جلد ۲، ص ۳)

سیدنا ابوہریرہؓ کو حدیث کی اس قدر حرص تھی کہ وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے بارے میں بھی سوال کرنے کی جرأت فرمایا کرتے تھے جو اور صحابہ کرام پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے۔ حضرت ابی کعبؓ کہتے ہیں کہ:

کان ابو ھریرہ جریا علی السوال من اشیاء لا یسألہ عنہ (الاصابہ جلد ۴ ص ۲۰۶) الاصابہ جلد ۴

یعنی حضرت ابوہریرہؓ کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزیں دریافت کرنے کی جرأت تھی جو ان کے علاوہ اور صحابہ نہ پوچھ سکتے تھے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کے اس عمل نے بہت سی مشکلات کا حل کر دیا اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے چھوٹے مسائل بھی دریافت فرمائے اور احادیث کریمہ ہمارے سامنے آگئیں۔ سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کا اُمت پر یہ ایک بہت بڑا احسان ہے۔ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ)

میراث نبوی کی حقیقت

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ کریمہ، اعمال حسنہ اسوہ مبارکہ سے اس قدر تعلق اور ربط تھا کہ جہاں آپ

اس پر پوری پابندی سے عمل کرتے تھے۔ وہاں دوسروں کو بھی قرآن وحدیث کے موضوع کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ترغیب و تلقین کرتے۔ آپ کے حرص حدیث و طلب حدیث صرف آپ تک محدود نہ تھی بلکہ جو کچھ معلوم ہوتا تھا آپ کی خواہش تھی کہ دوسروں کو بھی اس کا پتہ چل جائے اور وہ بھی احادیث مبارکہ کو حاصل کریں۔ آپ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی تعلیم و تعلم کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث قرار دیتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ ان کو جاکر حاصل کریں۔ جب آپ لوگوں کو بازار میں دیکھتے تو فرماتے کہ مسجد چلو۔ وہاں پر میراث نبوی تقسیم ہو رہی ہے

ایک مرتبہ آپ کا گزر مدینہ منورہ کے بازار پر ہوا۔ تو آپ اس میں ایک مقام پر ٹھہر گئے اور فرمایا اے بازار والو تمہیں کس چیز نے روکا ہے؟ انہوں نے عرض کی ابوہریرہؓ کیا بات ہے؟ آپ نے کہا وہاں رسول اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے؟ اور تم یہاں بیٹھے ہو۔ جاؤ وہاں جاکر اپنا حصہ حاصل کرو۔ [illegible]

چنانچہ بازار والے مسجد کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت ابوہریرہؓ ان کے لئے وہیں ٹھہرے رہے۔ جب وہ لوگ واپس لوٹے تو دریافت فرمایا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کی ابوہریرہؓ ہم مسجد میں گئے۔ وہاں تو کوئی میراث تقسیم نہیں ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے مسجد میں کسی کو نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا ہم نے مسجد میں دیکھا کہ کچھ لوگ نماز میں مصروف ہیں۔ کچھ حضرات تلاوت قرآن کر رہے ہیں اور کچھ حضرات حلال وحرام کے مسائل پر مذاکرات کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تو کچھ نہیں ہو رہا۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ

نے فرمایا تم پر افسوس! ارے یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ (الترغیب والترہیب جلد ۱ صہ ۱۰۲)

اس سے جہاں اس بات کا پتہ چلا کہ قرآن و حدیث اور فقہ کا علم حاصل کرنا درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث پانا ہے۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کوئی درہم و دینار، جائیداد و باغات وغیرہ نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یہی قرآن و حدیث تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی وراثت درہم و دینار نہیں بلکہ ان کی وراثت تو علم ہے۔ (ریاض الصالحین صہ ۵۲۷)

تبلیغ حدیث کا شوق

سیدنا حضرت ابوہریرہ کو تبلیغ حدیث کا بھی بہت شوق تھا۔ آپ کی خواہش تھی کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دنیا کے کونے کونے تک پہنچے اور لوگ ان مبارک ارشادات کو حرز جان بنا کر ایک مثالی امت بن جائیں۔ اس مقصد کے پیش نظر آپ کے پاس جب کوئی باہر کا رہنے والا آتا تو اسے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیتے اور اس کو تاکید کرتے کہ تم بھی اس بات کو آگے بیان کرنا تاکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اوروں کو بھی پتہ چل جائے۔ حضرت انس بن حکیم الضبی کہتے ہیں کہ:

مجھے ابوہریرہ نے کہا کہ جب تیرے شہر والے آئیں تو ان کو
تبلانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔
.... الحدیث (مسند احمد جلد ۲ صد ۲۹۰)

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ:

ہم لوگ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ کی عیادت کے لئے گئے
جب آدمیوں سے ان کا گھر بھر گیا تو انہوں نے خاکساری سے
اپنے پاؤں سمیٹ لئے اور فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس
لوگ تحصیل علم کے لئے آئیں گے۔ ان کو مرحبا کہنا۔ تحیت دینا
اور علم (حدیث) سکھانا۔

(رواہ ابن ماجہ علم حدیث صد ۸۶ از مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ)

سیدنا ابوہریرہ جب احادیث کریمہ کی روایت فرماتے تو طالبان حدیث
کا ایک ہجوم ہو جاتا اور آپ انہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث
کریمہ سناتے ایک مرتبہ شفی اصبحیؓ مدینہ منورہ آئے تو دیکھا کہ ایک شخص
کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا ابوہریرہ۔ جب وہ درس
سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے تنہائی میں جا کر ایک حدیث کی درخواست
کی اور آپ نے اس حدیث کو بیان کیا۔ (ترمذی شریف جلد ۲ صد ۶۱)

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کے اسی تبلیغ حدیث کے شوق اور اس کے
بیان میں اس قدر پابند تھے کہ جہاں کہیں کسی امر کو خلاف شریعت دیکھتے
فوراً ٹوکتے اور اس کے سامنے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ

بیان فرما دیتے۔ ایک مرتبہ ایک واقعہ پہ آپ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنائی اور صاف فرمایا۔

میں تم کو اس سے اعراض کرنے والا پاتا ہوں۔ مگر خدا کی قسم میں تو تمہارے سامنے اسے ضرور ظاہر کروں گا (یعنی بیان کروں گا) (مسند احمد جلد ۲ صہ ۲۷۳ ریاض الصالحین صہ ۲۲۲)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اثر لینا

جن حضرات نے حلقہ نبوت میں تربیت پائی ہو ان سے زیادہ حدیث کا احترام کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ یہ حضرات احترام حدیث میں سرنگوں ہو جاتے تھے اور احادیث کریمہ بیان کرتے وقت ان کے بدن پہ کپکپی طاری ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت شفیی اصبحی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے مدینہ منورہ میں ایک شخص کے گرد بہت زیادہ ہجوم دیکھا انہوں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا ابوہریرہ۔ شفیی کہتے ہیں میں ان کے پاس گیا اور بیٹھ گیا۔ جب آپ درس سے فارغ ہو چکے اور تنہائی ہو گئی تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے حق اور حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے ضرور ایسی حدیث بیان کریں جسکو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور سمجھا ہو اور خوب جانا ہو۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں ضرور ایسا کروں گا اور میں تجھ سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور میں نے اس کو جانا اور سمجھا

پھر ایک ایسی آہ بھری جس سے بے ہوشی طاری ہو گئی۔ سو ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے۔ پھر انہیں ہوش آیا تو فرمایا البتہ میں تجھ سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ بیان کی تھی۔ ہمارے ساتھ سوائے میرے اور آپ کے کوئی اور نہ تھا۔ پھر سیدنا حضرت ابوہریرہ نے ایک ایسی ہی آہ بھری۔ جس سے پھر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ پھر ہوش میں آئے اور اپنا چہرہ پونچھا اور فرمایا میں ضرور ایسا کروں گا کہ میں تجھ سے وہ حدیث بیان کروں گا جو کہ حدیث مجھ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی۔ میں اور آپ اسی جگہ تھے اور ہمارے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔ اس کے بعد پھر سیدنا حضرت ابوہریرہ نے ایک آہ بھری اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اور ایک طرف کو مائل ہوئے۔ اپنے چہرے کے بل گر رہے تھے کہ میں نے ان کو بڑی دیر تک سہارا دیا۔ پھر بہت دیر بعد ہوش میں آئے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرمائی۔

(الحدیث، جامع ترمذی جلد ۲ صہ ۶۱ (پوری حدیث مسلم شریف میں موجود ہے)

اس واقعہ کی روشنی میں آپ اندازہ کریں کہ یہ حضرات گرامی قدر کس کس طرح احادیث کریمہ کا احترام کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کی روایت فرماتے ہوئے ایک ذمہ داری اور امانت سمجھتے تھے۔ ان حضرات گرامی قدر کے بارے میں یہ تصور قائم کرنا اور اور اس قسم کا پروپیگنڈہ کرنا کہ انہوں نے گھڑ گھڑ کر احادیث بیان کیں

کس قدر کھلا جھوٹ اور بہتان طرازی ہے۔

حضرات صحابہ کرام کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ اس وعید کی سختی کا بھی اندازہ تھا کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پہ جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے وہ کیسے غلط باتیں کہہ سکتے تھے۔ کچھ تو غور کریں۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ بھی احادیث کریمہ کی روایت فرماتے ہوئے جہاں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہایت ادب و احترام کے ساتھ لیا کرتے تھے وہیں ان کے پیش نظر مذکورہ حدیث بھی ہوتی تھی۔ الاصابہ میں ہے۔ آپ احادیث سنانا بھی اسی حدیث سے شروع کیا کرتے تھے۔

کان یبتدی حدیثہ بان یقول قال رسول اللہ الصادق المصدوق ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار

(الاصابہ جلد ۴ صہ ۲۰۸)

حضرت ابوہریرہ کی محبت رسول ؐ

حضرات صحابہ کرام کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو محبت تھی ایسی محبت نہ اس سے پہلے کسی امتی نے اپنے نبی کے ساتھ کی ہے نہ چشم فلک اس کے بعد دیکھ سکے گا۔ صحابہ کرام کی محبت ایک لاثانی محبت تھی۔ انہی اکابر میں سیدنا حضرت ابوہریرہ بھی تھے۔ آپ کو تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت ایک پل کے لئے بھی گوارا نہ تھی۔ رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھنا ہی آپ کا سکون ہوتا تھا۔ دشمنانِ دین کی طرف سے خطرات کے پیشِ نظر اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تو آپ کو بے حد پریشانی ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ کسی ضرورت سے اٹھے۔ پلٹنے میں زیادہ دیر ہو گئی تو صحابہ کرام گھبرا گئے (سیدنا حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ) میں وہ پہلا شخص ہوں کہ جس نے گھبراہٹ محسوس کی چنانچہ میں آپ کی جستجو میں نکل پڑا۔ میں بنی نجار کے انصار کے باغ میں پہنچا۔ میں نے اس باغ کا چکر لگایا کہ اندر جانے کا کوئی راستہ مل جائے۔ مجھے (جلدی میں) راستہ نہ ملا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پانی کی نالی باغ کے اندر جا رہی ہے۔ جو باہر کنوئیں سے آتی تھی۔ میں سمٹا اور اس راستہ سے اندر جا کر آپ کو پا لیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ابوہریرہ ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے میں نے عرض کی کہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اٹھ کر تشریف لے گئے اور آپ نے آنے میں دیر کر دی۔ تو ہمیں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ہمارے پیچھے کوئی تکلیف نہ دی گئی ہو۔ ہم سب گھبرا گئے اور میں پہلا آدمی ہوں جس نے یہ گھبراہٹ محسوس کی اور میں اس باغ تک چلا آیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اس میں داخل ہوا۔ (الحدیث)

مسلم شریف

ایک مرتبہ سیدنا حضرت ابوہریرہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں سیدنا حضرت ابوہریرہ نے وجہ دریافت کی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (میں بھوکا ہوں اور) بھوک کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر رونے لگا۔ رحمت عالم نے فرمایا ابوہریرہ مت روؤ۔ (کنزالعمال جلد ۴ صـ۱۴)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حالت یہ ہے کہ جب آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

(رواہ البخاری فی الادب المفرد ترجمان السنۃ جلد ۲ صـ۱۸)

اس قسم کے ایک دو نہیں ہزاروں واقعات حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نظر آئیں گے۔ تفصیل کے لیے احقر کا رسالہ "صحابہ کرام اور حُبِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم" ملاحظہ کیجئے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب

باادب بانصیب بے ادب بے نصیب مشہور ہے۔ ادب ہی انسان کو ترقی دلاتا اور اس کے ظاہر و باطن کا پتہ دیتا ہے۔ صحابہ کرام سے بڑھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرنے والا کوئی نہیں سیدنا حضرت ابوہریرہ کا شمار بھی انہی باکمال لوگوں میں تھا۔ آپ رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی ادب واحترام کرتے تھے اور ظاہر و باطن کی صفائی کرکے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پہ پہنچتے تھے
ابو رافع حضرت ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

ایک دن (بلا ارادہ) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی در آنحالیکہ میں جنبی تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ہمراہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک جگہ تشریف فرما ہوتے (میں نے پسند نہ کیا کہ اس حالت میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھوں) میں آہستہ سے کھسک گیا اور فوراً غسل کرکے واپس آگیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا! ابوہریرہ! کہاں گئے تھے۔ میں نے حقیقت بیان کردی کہ میں جنبی تھا اور میں نے پسند نہ کیا کہ اس حالت میں آپ کے ساتھ بیٹھوں۔ چنانچہ میں غسل کرنے چلا گیا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سبحان اللہ! مومن (ایسا) ناپاک نہیں ہوتا (کہ اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا بولنا بات کرنا منع ہو جائے) (بخاری شریف جلد ا صہ مسند احمد جلد ۲ صہ ۲۳۵ صہ ۳۸۲)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام ملاحظہ کیجئے۔ علماء نے یہیں سے اس بات کا بھی سبق دیا کہ جس طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام ضروری ہے۔ اسی طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

احادیث کریمہ کا بھی احترام واکرام ضروری ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کو بھی بلا وضو نہ پڑھے نہ بیان کرے۔ نہ چھوئے۔ حضرات محدثین احادیث کریمہ کی کتابت کرتے تو طہارت وضو کے ساتھ کرتے تھے اور حضرت امام بخاری کے بارے میں تو مشہور ہے کہ ہر حدیث کی تخریج سے پہلے غسل فرماتے۔

(فضل الباری للشیخ العثمانی جلد ۱ صـ ۶۱)

معلوم ہوا جب تک احادیث کریمہ کا ادب دل میں نہ ہو علم کا نور اس کے قلوب میں نہیں آسکتا۔

ے از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

حضرت حسن رضؓ سے محبت

حضرات صحابہ کرام رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا نہایت ہی احترام واکرام کرتے تھے۔ ان کی خوشی ان کی خوشی، ان کا غم ان کا غم تھا۔ یہ جو تاثر پھیلانے کی مذموم کوشش کی جا رہی ہے کہ معاذ اللہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے ہرگز صحیح نہیں بلکہ سراسر جھوٹ ہے سیدنا حضرت ابوہریرہ حضرت حسن سے کس قدر محبت کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے:

حضرت عمر بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ کو دیکھا

کہ وہ حضرت حسن بن علی سے ملے اور انہوں نے کہا کہ اپنے پیٹ
سے کرتا اٹھائیے۔ جس جگہ کا میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کو بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں اسی جگہ بوسہ دوں۔ چنانچہ
انہوں نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابو ہریرہ نے
اسی جگہ کا بوسہ لیا۔ (مسند احمد جلد ۲ صـ۴۲۷)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حسن نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے کہا؛
وعلیک السلام یا سیدی۔ حضرت ابو ہریرہ سے دریافت کیا گیا
کہ آپ کہتے ہیں کہ اے میرے سردار۔ حضرت ابو ہریرہ نے
فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ یہ سردار ہیں۔

(کنز العمال جلد ۷ صـ۱۰۴ مستدرک جلد ۳ صـ۱۶۹)

ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا کہ تم حضرات حسن
اور حسینؓ کو اس قدر کیوں محبوب رکھتے ہو؟ یہ سن کر حضرت
ابو ہریرہ سمٹے اور بیٹھ گئے اور کہا کہ میں اس بات کی شہادت
دیتا ہوں کہ ...... (پھر فرمایا) تو کیا اے مروان میں ان کو دوست
نہ رکھوں، ان سے محبت نہ کروں۔ اور میں نے رحمت عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے دیکھا ہے۔

(طبرانی۔ حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صـ۵۳۲)

تین عظیم حادثے

سیدنا حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے اسلام میں تین مصیبتیں ایسی لگیں کہ اس جیسی مصیبت مجھے کبھی نہیں لگی۔

۱۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سانحہ ارتحال اور میں آپ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔

۲۔ شہادت امیرالمومنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ

۳۔ مزود (توشہ دان) لوگوں نے پوچھا کہ ابوہریرہ توشہ دان کی کیا بات ہوگئی؟ آپ نے فرمایا کہ ہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا توشہ دان میں کھجوریں ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کو لے آؤ۔ میں نے وہ نکالیں اور آپ کے پاس لے آیا۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پہ ہاتھ پھیرا اور ان پہ دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلا لاؤ۔ میں دس کو بلا لایا۔ انہوں نے کھایا اور سیر ہوگئے۔ اسی طرح برابر آپ فرماتے رہے۔ میں بلاتا رہا حتیٰ کہ تمام لشکر نے کھایا اور میرے پاس توشہ دان میں کھجور بچ رہے۔ پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ جب تیرا ارادہ ہو کہ تو اس میں سے کچھ لے تو اپنا ہاتھ اس میں ڈال کر لے لیا کرنا اور اسے بالکل

جھاڑ کر خالی نہ کر دینا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی میں سے کھایا اور سیدنا حضرت ابوبکر کی ساری زندگی اسے کھاتا رہا۔ اور اسی سے سیدنا حضرت عمرؓ کی زندگی میں کھاتا رہا اور اسی سے سیدنا حضرت عثمان بن عفان کی ساری زندگی کھاتا رہا۔ جس دن سیدنا حضرت عثمان بن عفان نے جام شہادت نوش فرمایا۔ وہ توشہ دان بھی کہیں گر کر ضائع ہو گیا۔ (اور یہ تین حادثے میری زندگی کے بہت ہی رنج والم کے ہیں)

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ صـ۱۱۷ مسند احمد جلد ۲ صـ۳۵۲ حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صـ۲۱۹)

حاکمیت سے کنارہ کشی

سیدنا حضرت ابوہریرہ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انتظامی امور میں بھی نہایت قابلیت عطا فرما رکھی تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ پر پورا اعتماد و اعتبار تھا۔ ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کی حفاظت ان کے ذمہ کر رکھی تھی۔ وہاں ایک عجیب و غریب واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ (دیکھیے بخاری شریف)

سیدنا حضرت عمرؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا حاکم بنایا۔ پھر کسی مصلحت کی بنا پر آپ کو واپس بلا لیا۔ پھر ایک مرتبہ آپ کو کسی جگہ کا حاکم بنانا چاہا تو سیدنا حضرت ابوہریرہ نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ یعنی حاکم بننے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ

نے کہاکہ آپ حکومت کا عہدہ قبول کرنے سے کیوں انکار کرتے ہیں؟ جبکہ اللہ کے پیغمبر سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو مانگا تھا۔ اور وہ آپ سے زیادہ بہتر تھے. سیدنا حضرت ابوہریرہ نے کہاکہ حضرت یوسف علیہ السلام تو اللہ کے رسول تھے۔ اللہ کے رسول کے صاحبزادے تھے. میں تو امیمہ کا بیٹا ابوہریرہ ہوں۔ مجھے تین اور دو باتوں سے ڈرلگتا ہے۔ یعنی پانچ سے.

۱۔ بغیر علم اور بغیر سند کے کوئی بات کہہ دوں یا مسئلہ بتادوں۔
۲۔ غلطی سے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کوئی فیصلہ کر دوں۔
۳۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اس سے میری پیٹھ پہ کوڑے مارے جائیں.
۴۔ میں ڈرتا ہوں کہ میرا مال بحق سرکار ضبط کر لیا جائے۔
۵۔ اور مجھے گالیاں دی جائیں۔

یعنی حکومت لینے میں یہ خطرات ہیں جن کے باعث میں اسے قبول کرنے سے معذور ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صہ ۳۸۱)

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کا شوق عبادت

سیدنا حضرت ابوہریرہ علمی وحدیثی انہماک کے ساتھ ساتھ عبادت اور ذکر الٰہی میں بھی پیش پیش تھے.

حضرت ابوعثمان النہدی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ کے گھر

سات رات مہمان رہا۔ آپ کے گھر میں تین آدمی تھے۔ آپ کی اہلیہ اور آپ کا خادم۔ ان تینوں نے آپس میں رات تقسیم کر رکھی تھی۔ یعنی رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک حصہ میں حضرت ابوہریرہ اٹھ کر عبادت کرتے تھے دوسرے میں ان کی اہلیہ تیسرے میں آپ کا خادم۔ غرضیکہ حضرت ابوہریرہ کے مکان میں ساری رات اللہ کی عبادت ہوا کرتی تھی۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صہ ۳۸۲)

سیدنا حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ:

میں دن میں بارہ ہزار مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور یہ میرے دین کے حصہ کے برابر ہے یا یوں کہا کہ اللہ کے دین کے مرتبہ کے برابر ہے (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صہ ۱۴۲ بحوالہ حلیۃ الاولیاء وصفوۃ الصفوہ)

سیدنا حضرت ابوہریرہ کے پوتے حضرت نعیم فرماتے ہیں کہ:

ہمارے دادا جان کے پاس ایک تاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ آپ سونے سے پہلے ان پر تسبیح پڑھتے اور پھر سوتے تھے۔ (البدایہ جلد ۹ صہ ۱۱۹)

یہ بھی منقول ہے کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ کے پاس ایک تھیلی تھی جو کھجور کی گٹھلیوں سے بھری رہتی تھی۔ آپ ان گٹھلیوں پر سبحان اللہ کا ورد فرمایا کرتے تھے جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو آپ کی باندی دوبارہ ان گٹھلیوں کو

تھیلی میں ڈال دیتی اور آپ پھر ان پر تسبیحات کا ورد کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۲ صہ ۵۴۱)

میزبانی و مہمان نوازی

سیدنا حضرت ابو ہریرہ بڑے مہمان نواز بھی تھے۔ حضرت ابو نضرۃؒ کہتے ہیں کہ طفاوہ کے ایک شخص نے ان سے کہا کہ اس نے سیدنا حضرت ابو ہریرہ کے بارے میں ایک مرتبہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی کو ان سے زیادہ میزبانی کا حق ادا کرنے والا اور مہمان کی خدمت میں مستعد رہنے والا نہیں دیکھا۔ (مسند احمد جلد ۲ صہ ۵۴۰)

تواضع و انکساری

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ اتنے محدث اور جلیل القدر ہستی ہونے کے باوجود نہایت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ آپ کے تواضع کا عالم یہ تھا کہ مدینہ منورہ کے امیر ہونے کے باوجود اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھڑ جنگل سے لاد کر لایا کرتے تھے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صہ ۱۵۹)

لقاء خداوندی کا شوق

سیدنا حضرت ابو ہریرہ کو اللہ تعالیٰ شانہ، کی ملاقات کا بھی نہایت ہی

شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے مرضِ وفات میں مروان عیادت کے لئے آئے اور شفایابی کے لئے دعا کی۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ نے اس کے جواب میں دعا فرمائی، کہ!

اللھم انی احب لقاءك فاحبب لقاء ی

اے اللہ! میں آپ کی ملاقات کو پسند کرتا ہوں۔ آپ بھی میری ملاقات کو پسند فرمائیے۔

مروان کہتے ہیں کہ ابھی میں بازار پہنچنے ہی پایا تھا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ کے انتقال کی خبر مل گئی۔ (الاصابہ جلد ۴ صہ ۲۱۰)

بخار سے محبت اور اس کی وجہ

سیدنا حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ کسی تکلیف سے مجھے اتنی محبت نہیں جتنی بخار سے ہے۔ کیونکہ بخار انسان کے جوڑ جوڑ میں گھس جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر جوڑ جوڑ کے درد پہ مستقل ثواب عطا فرماتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صہ)

تمام مسلمانوں کو ایک وصیّت

سیدنا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور اسی عقیدے پہ تمام امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ کہا کرتے کہ

اگر میری عیسیٰ بن مریم سے ملاقات ہو جائے تو ٹھیک۔ اور اگر میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں تو تم میں سے جو شخص سیدنا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ملاقات کرے تو اس کو چاہیئے کہ میری طرف سے انہیں ہدیۂ سلام پہنچا دے
(دیکھئے مسند احمد جلد ۲ صہ ۲۹۸)

مسلمان کو رخصت کرتے وقت آپ کا عمل

حضرت ابوہریرہ کے پاس سے جب کوئی رخصت ہوتا تو آپ اسے کہا کرتے کہ آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح مجھے یا اوروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخصت فرمایا کرتے تھے اور یہ کہکر فرماتے۔

استودعتک اللہ لا یضیع ودائعہ (مسند احمد جلد ۲ صہ ۴۰۳)

جنازہ دیکھتے وقت آپ کا عمل

معمر کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابوہریرہؓ جب کوئی جنازہ گزرتا ہوا دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے کہ:

اے جنازہ! تو چل ہم بھی بس پہنچنے والے ہیں۔ (یہ موت) بڑی اثر والی واعظ ہے اور بغیر مہلت کے (سب سے) غافل کر دینے والی ہے۔ جانے والے جا رہے ہیں اور جن کا نمبر بعد میں

ہے وہ باقی ہیں (یعنی وہ بھی ایک دن جانے والے ہیں) مگر پھر بھی ان کو سمجھ نہیں آتی۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صد ۳۸۳)

سیدنا حضرت ابوہریرہ کا اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا

حضرت ابو یزید مدینی نے بیان کیا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پہ مدینہ میں آپ کے مقام سے ایک درجہ کم اتر کر کھڑے ہوئے اور فرمایا تمام تعریف ایسے اللہ کے لئے ہے جس نے ابوہریرہ کو اسلام کی ہدایت دی۔ تمام تعریف ایسے اللہ کے لئے ہے جس نے ابوہریرہ کو قرآن سکھایا۔ تمام تعریف ایسے اللہ کے لئے ہے جس نے ابوہریرہ پہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے احسان فرمایا۔ تمام تعریف ایسے اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو خمیری روٹی کھانے کو دی اور جس نے مجھے نرم کپڑا پہنایا۔ تمام تعریف ایسے اللہ کے لئے ہے جس نے میری شادی غزوان کی بیٹی سے کرا دی۔ اس کے بعد کہ میں اس کے پاس پیٹ بھر کر کھانے کی اجرت پہ کام کرتا تھا۔ اس نے مجھے کجاوے پہ بٹھایا تو میں نے اس کو کجاوے پہ بٹھایا۔ جبکہ اس نے مجھے کجاوے پہ بٹھایا تھا۔ الخ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صد ۳۸۲)

اپنے بھائی کو معاف کر دینا

ایک مرتبہ ایک شخص نے سیدنا حضرت ابوہریرہ سے کہا کہ کیا

آپ ابوہریرہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے کہا کہ تو بلی کا چور ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اے اللہ! مجھے اور میرے اس بھائی کو معاف کر دے۔ پھر فرمایا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے اس کے لئے استغفار کریں۔

(اخلاق صالحین ترجمہ تنبیہ المغترین ملشعرانی ص ۲۴۷)

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کی جرأت ایمانی

ابو حبیبہ سے روایت ہے کہ جس مکان میں حضرت عثمان کا محاصرہ کیا جاچکا تھا، آپ تشریف لائے اور لوگوں سے حضرت عثمان سے بات کرنے کی اجازت طلب فرمائی۔ انہیں اجازت دی گئی۔ آپ وہیں کھڑے ہو گئے۔ پہلے اللہ تعالیٰ شانہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اس کے بعد (نہایت واضح طور پر بغیر کسی جھجک کے) فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ تم میرے بعد فتنہ و اختلاف سے یا اس طرح فرمایا کہ اختلاف اور فتنہ سے ملو گے۔ کسی سننے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس وقت آپ کس چیز کے ساتھ حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم امیر کو اور اس کی جماعت کو لازم

پکڑنا۔ اور حضرت ابوہریرہ اس کہنے میں سیدنا حضرت عثمان کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد سوم صـ۵۴۶ بحوالہ حاکم جلد۴ صـ۴۳۳)

یعنی اس وقت آپ نے تمام لوگوں کو سیدنا حضرت عثمان غنی کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی اور اس وقت نہ باغیوں کی طرف سے کسی قسم کا کوئی ڈر محسوس کیا نہ اپنی جان کی پرواکی۔ بلکہ نہایت جرأت کے ساتھ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کر کے مسئلہ کی وضاحت کر دی۔

ملفوظات سیّدنا حضرت ابوہریرہؓ

یوں تو سیدنا حضرت ابوہریرہ کے بے شمار ملفوظات و ارشادات ہیں اور ہر ہر ملفوظ و ارشاد اپنے اندر ہزاروں علم و حکمت لئے ہوئے ہے ان سب کا احصاء مشکل ہے تاہم چند پیش خدمت ہیں۔

۱۔ فرمایا: علم کا وہ باب جس کو آدمی سیکھے میرے نزدیک ہزار رکعت نفل سے بہتر ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صـ۱۱۷)

۲۔ فرمایا: اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر اپنے دین میں تفقہ حاصل کروں تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ پوری رات عبادت میں گزار دوں۔ (جامع بیان العلم جلد۱ صـ۲۹)

۳۔ فرمایا: جس علم سے نفع نہیں اٹھایا جاتا اس کی مثال اس خزانہ کی

سی ہے جو راہِ خدا میں خرچ نہیں کیا جاتا۔ (ایضاً جلد ا صـ۱۹۷)

۴۔ فرمایا: سب سے بُرا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے۔ اس لئے کہ اس میں مالداروں کو تو بلایا جاتا ہے اور مساکین وغرباء کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اگر کوئی اس قسم کی دعوت میں گیا تو اس نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (اگر ولیمہ کی دعوت اس سے پاک ہو یعنی امیر غریب کی تمیز نہ ہو تو بہت اچھی ہے)

(مسند احمد جلد ۲ صـ۲۴۱ ترغیب جلد ۳ صـ۱۴۲)

۵۔ فرمایا حکومت لینے میں خرابی تو یہ ہے کہ پہلے ندامت ہوتی ہے پھر پچھتاوا (پریشانی) ہوتی ہے اور اس کا آخرکار انجام عذاب قیامت ہے (اگر اس نے قرآن وسنت کے مطابق حکومت نہ کی ہو) (الترغیب جلد ۳ صـ۱۵۱)

۶۔ فرمایا جب تم لوگ اپنی مساجد کو بیل بوٹوں سے سجانے لگو اور ان کو خوشنمائی کا زیور چڑھادو اور اپنے مصاحف (قرآن کریم کو) سجادو (یا سونے کے پانی سے قرآن لکھنے لگو) تو تم پر تباہی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صـ۳۸۴)

۷۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ اپنی بیٹی سے فرمایا کرتے تھے کہ:

بیٹی سونے کا زیور نہ پہننا۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں تجھ پہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کے جلا دینے سے۔ (ایضاً صـ۳۸۰)

۸۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مدینہ میں مکان بنایا۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی تو ایک دن حضرت ابوہریرہ کا ادھر سے گزر ہوا اور وہ شخص اپنے مکان کے دروازے پہ کھڑا تھا۔ اس نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ابوہریرہ ٹھہر جائیے اور بتلائیے کہ میں اس مکان کے دروازے پہ کیا لکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان کے دروازے پہ یہ بات لکھو کہ مکان اجڑنے کے واسطے بنایا کر اور بچھڑنے کے لیے (موت سے) بچے جا اور مال وارث کے واسطے جمع کر۔

(ایضاً صـ ۲۸۵)

۹۔ حضرت عطاء سے منقول ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا:
جب تم چھ چیزوں کو دیکھو تو اگر کسی کے قبضہ میں مر جانا ہو تو اس کو مر جانا چاہیے۔ میں تو اس وجہ سے موت کو پسند کرتا ہوں کہ کہیں وہ زمانہ میرے سامنے نہ آجائے۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ جب تم پہ بے وقوف لوگ حاکم بن جائیں۔

۲۔ فیصلے بازاری جنس کی طرح بیچے جائیں۔ (یعنی رشوت دے کر کام چلایا جائے)

۳۔ جب بات بات پہ خون ریزی ہونے لگے۔

۴۔ اور قطع رحمی ہونے لگے۔

۵۔ حاکموں کے لیے امانت دار آدمیوں کا سلسلہ قطع کر دیا جائے۔

۶۔ اور قرآن کریم کو مزامیر کے طرز پہ پڑھا جائے (ایضاً جلد ۱ صـ ۳۸۴)

۱۰۔ فرمایا: ایمان کی بلندی اللہ جل شانہٗ کی فرمانبرداری ہے۔
(اخلاق صالحین ترجمہ بنیہ المغترین للشعرانی صد۲۶۸)

۱۱۔ فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شانہٗ کے سامنے ایک شخص لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے کہے گا۔ کیا تو نے میری خاطر کسی دوست سے محبت کی ہے کہ میں تمہیں اس کے طفیل معاف کر دوں بس تم نیک لوگوں سے محبت کرو اور ان پر احسان کرو۔ کیونکہ بروز قیامت وہی صاحب دولت ہوں گے۔ (ایضاً صد ۷۹)

۱۲۔ فرمایا: عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں موت علماء کے نزدیک زرِ خالص سے بھی زیادہ پیاری ہو گی۔ یہاں تک کہ آدمی اپنے بھائی کی قبر کے پاس آئے گا اور کہے گا کاش میں تیری جگہ ہوتا۔ (ایضاً صد ۸۷)

۱۳۔ فرمایا کہ کسی شخص کے بارے میں ہرگز ہرگز یہ نہ کہنا کہ اللہ تجھے نہ بخشے گا۔ یا تجھے جنت میں داخل نہ کرے گا۔ میں (حضرت ضمضم بن جوس الیمامی) نے کہا کہ حضرت! ایسے کلمات تو بوقت غصہ نکل جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہنا چاہیئے۔
(مسند احمد جلد ۲ صد۳۲۲)

۱۴۔ فرمایا کہ رکن یمانی کا استلام تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
(المصنف جلد ۵ صد۳۰)

۱۵۔ فرمایا: بخیلوں کا بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے اور

بڑا عاجز وہ ہے جو دعا مانگنے سے بھی درماندہ اور بیزار رہے۔

(اردو ترجمہ ادب المفرد صد ۴۵)

۱۶۔ فرمایا اگر جہاد فی سبیل اللہ اور حج اور ماں کے ساتھ نیکی نہ ہوتی تو میں مملوک ہو کر مرنے کو پسند کرتا۔ (ایضاً صد ۳۳)

۱۷۔ فرمایا ہرگز یہ نہ کہا کرو کہ اللہ تیرے چہرے کو داغدار کرے صد ۸۶

۱۸۔ فرمایا: ایک مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ جب اس میں کوئی عیب دیکھے تو اس کی اصلاح کر دے۔ (ایضاً صد ۹۹)

۱۹۔ فرمایا: تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا تو دیکھ لیتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر یا پورے کھجور کو بھول جاتا ہے۔

(ایضاً صد ۱۷۵)

۲۰۔ فرمایا کہ ہلاکت ہو ان کے لئے جو اسلام کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات سے لوگوں کے فیصلے کریں اور اپنے غصہ کی وجہ سے انہیں بے گناہ قتل کریں۔ (حلیۃ جلد ۱ صد ۳۸۴)

۲۱۔ فرمایا: بے شک مسجد رینٹ سے خراب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ گوشت کی بوٹی یا کھال آگ میں جل جاتی ہے۔

(الکنز العمال جلد ۴ صد ۲۶۰، حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صد ۱۲۸)

۲۲۔ ابوالشعثاء کہتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت ابوہریرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر میں موذن نے اذان دی۔ اتنے میں ایک شخص اٹھا اور باہر چلنے لگا۔ حضرت ابوہریرہ نے جب

اسے مسجد سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے نہایت حسرت کے ساتھ فرمایا کہ اس نے ابو القاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کی ہے۔ (مسلم شریف مسند ابی عوانہ جلد ۲ صہ ۹)

وصیت اور سانحہ ارتحال

سیدنا حضرت ابو ہریرہ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ

۱۔ میری قبر پہ خیمہ وغیرہ نہ لگانا۔

۲۔ میری میت پہ آواز سے نہ رونا۔

۳۔ جنازے کے ہمراہ انگیٹھی نہ لے جانا

۴۔ اور میرے جنازے کو اپنے رب کی طرف جلدی سے لے کر چلنا۔

(مسند احمد جلد ۲ صہ ۴۷۴ صہ ۲۹۲ الاصابہ جلد ۴ صہ ۲۱۰)

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی آنکھ مبارک سے آنسوؤں کی لڑی بہنے لگی۔ لوگوں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: خبردار! سنو میں تمہاری اس دنیا کے چھوٹنے پہ ہرگز نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس فکر میں رونا آگیا ہے کہ میرا سفر بہت طویل ہے اور سامان سفر بہت قلیل ہے اور میں اب اس موقعہ پہ آگیا ہوں کہ روح نکلتے ہی یا تو جنت میں جانے والا ہوں یا دوزخ میں۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس میں لے جایا جائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صہ ۳۸۳)

اس درمیان آپ کے پاس عیادت کرنے والوں کا ایک ہجوم تھا۔

جو آپ کی شفایابی اور صحت کے لئے دعائیں کرتا تھا۔ مگر اب آپ اپنے رب سے ملاقات کے متمنی تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد سیدنا حضرت ابوہریرہؓ سب کو روتا چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اور یوں دنیا سے علم حدیث کا ایک بڑا چراغ گل ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی اور ۵۷ھ ۵۹ھ بھی بتلایا گیا ہے۔

انتقال کے بعد آپ کا جنازہ مدینہ منورہ لایا گیا۔ حضرت ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں سیدنا حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل تھے (الاصابہ جلد ۴ صـ۲۱۰)

اسی میں یہ بھی ہے جب حضرت ولیدؓ نے سیدنا حضرت معاویہ کو آپ کے سانحہ ارتحال کی خبر پہنچائی تو انہیں بھی اس کا شدید رنج ہوا۔ انہوں نے حضرت ولید کو جوابی خط لکھا اور کہا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کے وارثوں کو دس ہزار درہم دو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

سیّدنا حضرت ابوہریرہؓ کے تلامذہ

سیدنا حضرت ابوہریرہ نے اپنے پیچھے جہاں اپنی جسمانی اولاد چھوڑی وہیں بے شمار لوگوں کو آپ کی روحانی اولاد اور شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی خدمت میں باہر سے لوگ آیا کرتے تھے اور احادیث کریمہ سن کر جاتے اور اس کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ محدث حاکم نے تو ۲۸ صحابہ کرام کے اسماء بھی لکھے ہیں جنہوں نے ابوہریرہؓ سے حدیث کی

روایت کی۔ اسی طرح صرف کوفہ شہر میں سیدنا حضرت ابوہریرہ کے آٹھ سو سے زیادہ شاگرد تھے۔ (مقدمہ انوار الباری صہ ۵۰)

الصحیفۃ الصحیحۃ

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ حافظ حدیث تھے کاتب حدیث نہ تھے۔ آپ نے عہد رسالت میں حدیث کی کتابت نہ کی تھی۔ مگر اس کے بعد آپ نے بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کو باقاعدہ لکھ لیا تھا یا لکھوا لیا تھا۔ الصحیفۃ الصحیحۃ وہی مجموعہ حدیث تھا۔ یہ تالیف انہوں نے اپنے شاگرد حضرت ہمام بن منبہ کے لئے کی تھی چونکہ اس کے راوی حضرت ہمام ہی ہیں اس لئے اس صحیفہ کا نام صحیفہ ہمام بن منبہ بھی مشہور ہو گیا۔ الحاصل حضرت ابوہریرہ کے پاس وہ احادیث تحریری طور پر موجود تھیں۔ آپ کے شاگرد حضرت حسن بن عمرو کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ کے پاس ایک حدیث بیان کی گئی۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور انہوں نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی لکھی ہوئی کتابیں دکھلائیں اور فرمایا کہ یہ میرے پاس لکھی ہوئی ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱ صہ ۲۱۷۔ جامع بیان العلم جلد ۱ صہ ۸۹)

اس مجموعہ کا ایک مکمل نسخہ سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد ماجد کے پاس بھی موجود تھا آپ نے ایک مرتبہ کثیر بن مرہ کو یہ لکھا تھا کہ:

ان یکتب الیہ بما سمع من اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم من احادیثہم

الا حدیث ابی ہریرہ فانہٗ عندنا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۷ صہ ۴۴۸)
تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جو حدیثیں
سنی ہیں۔ ان کو لکھ کر ہمیں بھیج دو سوائے ابو ہریرہ کی احادیث
کے کہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔

یہ نسخہ عہد صحابہ کی ایک یادگار اور غالباً حدیث کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ عالم اسلام کی مشہور شخصیت ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو دمشق اور برلن میں اس کے دو قلمی نسخے ملے۔ انہوں نے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد ایک فاضلانہ اور محققانہ مقدمہ کے ساتھ اس پہلی صدی ہجری کی گراں مایہ تالیف کو شائع کیا ہے۔ ان کہنا ہے کہ مقابلہ کرنے پر نظر آتا ہے کہ بعد کے مولفوں نے مفہوم تو کیا کوئی لفظ تک نہیں بدلا۔ اس صحیفہ کی ہر حدیث نہ صرف صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے ملتی ہے بلکہ مسند احمد میں آج بھی یہ پورے کا پورا رسالہ بلا حذف و اضافہ موجود ہے۔ (امام اعظم اور علم حدیث صہ ۵۹) ڈاکٹر صاحب نے اس نسخے کا نام صحیفہ ہمام بن منبہ رکھا ہے۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہ کے دوسرے شاگرد حضرت بشیر بن نہیک کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے جتنی احادیث آپ سے سنی تھیں بعد میں انہیں دکھا کر ان سے بھی توثیق کرالی بشیر بن نہیک کہتے ہیں کہ:

حضرت ابو ہریرہ سے جو کچھ سنا تھا میں نے اسے لکھ لیا تھا

جب میں آپ سے رخصت ہونے لگا تو اس مجموعہ کو لے کر
آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کو سنایا اور میں نے کہا
یہ ساری آپ سے سنی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہاں
ٹھیک ہے۔ (سنن دارمی صہ جامع بیان العلم جلد ا صہ ۸۴)

الحاصل سیدنا حضرت ابو ہریرہ کے پاس تحریری طور پہ بھی احادیث کریمہ کا ایک مجموعہ موجود تھا۔ اسی طرح اور صحابہ کرام کے پاس بھی مجموعہ احادیث تحریری طور پہ موجود تھے اور یہ کام دور نبوت میں ہی ہو چکا تھا اور پھر دور صحابہ میں بھی یہ کام برابر ہوتا رہا۔ اس لئے یہ کہنا کہ حدیث کی تدوین سو سال یا اس کے بہت بعد کی پیداوار ہے۔ درحقیقت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جان چرانے کا ایک حربہ ہے۔ احادیث کریمہ کے خلاف اس قسم کے حربے اور مغالطہ دینے والوں کو اپنی اس گمراہ روش سے باز آجانا چاہیئے۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ اور اکابرین امت

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ:

(اے ابو ہریرہ) تم ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر رہنے والے تھے اور ہم سب سے زیادہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد رکھنے والے تھے۔

(جامع ترمذی جلد ۲ صہ ۲۲۴)

سیدنا حضرت ابوہریرہ کے جنازہ کے ہمراہ جاتے ہوئے آپ
نے فرمایا کہ:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مسلمانوں کے لئے حفظ فرمانے
والے تھے. (قواعد التحدیث صد۳۷)
نیز فرماتے ہیں کہ:
ابوہریرہ مجھ سے بہتر ہیں جو روایت کرتے ہیں اس کو اچھی طرح
جانتے ہیں. (الاصابہ جلد ۴ صد۲۰۸)
حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ فرماتے ہیں کہ:
اس میں شک نہیں کہ ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے وہ احادیث سنیں جو ہم سن نہ سکے (الاصابہ جلد ۴ صد۲۰۸)
(جامع ترمذی جلد ۱ صد۲۲۴)

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ:
حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی
چیزیں دریافت کرنے کی جرأت کریا کرتے تھے جو ان کے
علاوہ دوسرے لوگ نہ پوچھ سکتے تھے. (الاصابہ جلد ۴ صد۲۰۶)
حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ:
میں نے کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا جو تورات پڑھا ہوا تو نہ
ہو مگر تورات میں جو کچھ ہے. اس سے واقف ہو. سوائے
ابوہریرہ کے. (الاصابہ جلد ۴ صد۲۰۸)

حضرت صالح السمان رضؓ فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوہریرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کے مقابلے میں سب سے زیادہ احادیث یاد تھیں۔[1]

حضرت مکحول رضؓ فرماتے ہیں کہ:

ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ایک شب سنانی شروع کیں تو صبح تک احادیث ہی سناتے رہے۔[2]

حافظ ابونعیمؒ حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صد)

علامہ ابن عبدالبرؒ صاحب استیعاب میں فرماتے ہیں کہ:

سیدنا حضرت ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ حافظ تھے (استیعاب جلد ۴ صد ۱۷۷۱)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوہریرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کے مقابلے میں سب سے زیادہ احادیث یاد تھیں۔[3]

امام بخاری فرماتے ہیں کہ:

سیدنا حضرت ابوہریرہ سے تقریباً ۸ سو اصحاب اہل علم نے روایت کی اور آپ اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ تھے۔[4]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج صد [2] البدایہ ج ۸ صد ۱۰۶ [3] تذکرۃ الحفاظ ج صد [4] والاصابہ ج ۴ صد

علامہ ابن حزم: حافظ ابن قیم علامہ ابن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

بے شک ابو ہریرہؓ حفظ میں صاحب مقام ہیں بلکہ علی الاطلاق
حافظِ امت ہیں۔ حدیث کو آگے پہنچاتے ہیں جیسا سنتے ہیں
اور رات کو ان کا درس بھی دیتے ہیں۔ (الوابل الصیب صد ۱۲۷)

سو تمام امتِ مسلمہ کے اکابر اور اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کی امتیازی خصوصیت حفظ حدیث ہے اور تمام حضرات صحابہ کرام میں ان ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قوت حافظہ کے لئے خصوصی طور پہ دعا فرمائی۔ اور ملتِ اسلامیہ ان کے حفظ پر بجا طور پہ فخر کر سکتی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حافظ) محمد اقبال

تقریظ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

رسالہ سیرۃ ابی ہریرہؓ مؤلفہ مولانا محمد اقبال رنگونی نظر سے گزرا مولانا نے اس اہم موضوع پر قلم اٹھا کر امت پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کوشش حق کی حمایت اور باطل کے ابطال میں ایک نہایت مؤثر قدم ثابت ہو گی۔

آنحضرتؐ نے یوں تو صحابہ کرام کیلئے بہت سی دعائیں کیں لیکن ان میں ایسے خوش قسمت بھی ہیں جو آپ کی خصوصی دعاؤں کا مصداق بنے۔ نصرت اسلام کی دعا سیدنا حضرت عمرؓ کی قسمت میں لکھی تھی۔ رسالت کی طلب سے آپ امت کی پناہ گاہ بنے اور آپ کے دم قدم سے اسلام پر بہار آئی۔

فہم قرآن کی دعا حضرت عبداللہ بن عباس کے شامل حال ہوئی تو حفظ حدیث کی دولت سمیٹنے کے لئے حضرت ابوہریرہؓ نے حضور سے دعا کی درخواست کی۔ یہاں تک کہ فیضانِ رسالت نے آپ کو حجلہ نبوت میں لے لیا۔ آپ نبی نہ تھے مگر چاروں طرف سے مہمان خانہ نبوت میں گھرے تھے۔ سیدنا حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ ایک سیدنا حضرت علی کے ساتھ اور ایک حضرت امیر معاویہ کے ساتھ۔ ان مشاجرات میں حضرت ابوہریرہ نے کسی طرف حصہ نہ لیا اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ علم نبوت کے امین عظیم تھے اور نہ چاہتے تھے کہ اُن کی شخصیت اختلافی بنے۔

یہ اختلافات سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ کی صلح پر ختم ہوگئے۔ حضور نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی دعا فرمائی تھی۔ یہ اسی دعا کا ثمرہ تھا کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود مسلمانوں کی دونوں جماعتیں پھر ایک ہوگئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پہلے بھی اختلافی نہ تھی اور اب تو آپ ساری امت کے شیخ الحدیث تھے

شیعہ علماء آج ان پر تو بہت برستے ہیں، لیکن وہ اپنے گھر کی خبر نہیں لیتے۔ ان کے رواۃِ حدیث میں زرارہ اور ابوبصیر پر کچھ نظر کیجئے۔ زرارہ کے بارے میں امام جعفر کہا کرتے تھے کہ اگر زرارہ جیسے لوگ نہ ہوتے تو میرے والد باقر کی روایات ہی مٹ چکی ہوتیں[۱]۔ زرارہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت امام باقر مجھے تنہائی میں تعلیم دیتے تھے[۲]۔ امام باقر کا اعتماد اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اتنے بڑے معتمد راوی کا حال سنیئے۔ حضرت امام جعفر صادق

---

[۱] رجال کشی ص ۹۰ [۲] فروع کافی ۳ ص ۵۲

فرماتے ہیں۔ زرارہ تو یہود و نصاریٰ سے بھی بُرا نکلا۔
زرارہ شر من الیھود والنصاریٰ   رجال کشی ص۱۰۱
پھر آپ نے اس پر تین دفعہ لعنت بھی فرمائی۔ رجال کشی ص۱۰۰
امام جعفر صادق کا زرارہ سے ناراض ہونا بجا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ائمہ کا بڑا گستاخ تھا۔ امام باقر اس پر اتنا اعتماد کرتے کہ تنہائی میں اسے احادیث سناتے اور وہ امام باقر کے بارے میں برملا کہتا کہ اس بڈھے کو مخالف سے بات کرنے کا کوئی سلیقہ نہیں :
شیخ لا علم لہ بالخصومۃ   اصول کافی ص۵۵
اس عبارت کا ترجمہ ملا خلیل قزوینی نے یہ کیا ہے۔
"ایں پیر بے دماغ شدہ نمے داند روش گفتگو با خصم"
ابو بصیر راوی امام جعفر صادق کے بارے میں کہتا ہے اگر ہم ہدیہ لے کر آپ کے پاس جائیں تو ہمیں اجازت مل جاتی ہے ہدیہ نہ ہو تو ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حضرت امام کو لالچی اور طماع کہنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اچانک ایک کتا آیا اس نے ٹانگ اٹھائی اور اس طرح پیشاب کیا کہ وہ سیدھا ابو بصیر کے منہ پر آتا تھا اور اسے پتہ نہ تھا کہ فوارہ کہاں سے آرہا ہے۔ ساتھی نے اُسے بتایا۔ ھذا کلب شعر فی وجھک۔ رجال کشی ص۱۱۶
ترجمہ۔ یہ کتا ہے جو تیرے منہ پر پیشاب کر رہا ہے۔
شیعہ علماء اس قسم کے راویوں پر تو اعتماد کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اُنکے ہاں حضرت ابوہریرہ لائق اعتماد نہیں۔ زرارہ اور صاحب فوارہ (ابو بصیر)

تو اپنے آقاؤں کو بڑھاپے علم اور طماع و لالچی کہتے گئے اور حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی چہرہ انور اور لسانِ رسالت کے عاشق زار رہے اور آپ کے بعد بھی آپ کی روایت سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں دنیا میں گونجتی رہیں۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ مانچسٹر

رائے گرامی

حضرت مولانا محمد انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ استاد حدیث و تفسیر دارالعلوم دیوبند

اس وقت خاکسار کے سامنے جناب مولانا اقبال صاحب رنگونی کا تصنیف کردہ ایک رسالہ ہے جس سے احقر مستفید ہوا — رسالہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جامع سوانح ہے عجیب بات ہے کہ اس جلیل صحابی نے اسلام کو جو بیش بہا سرمایہ یعنی سرداری دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ذخیرہ پہنچایا اور جس سے دین کی تقدیم و تشکیل میں عظیم مدد ملی۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ امت حضرت ابوہریرہؓ کی ہمیشہ مرہونِ منت رہے۔ مگر افسوس کہ بعضوں کی نظر میں حضرت والاؓ کی یہی خصوصیت و امتیاز غیر مناسب اور ظالمانہ نکتہ چینی کا باعث بن گیا۔

مجھے اپنی یادداشت پر بھروسہ نہیں لیکن یاد پڑتا ہے کہ "مستدرک" میں غالباً حضرت ابوہریرہؓ ہی کے بارے میں موجود ہے کہ مسجد میں کبھی کبھی حدیث سنانے کے لیے آپ کھڑے ہوتے تو روایت میں احتیاط کی ذمہ داری احساس آپ پر اس طرح نمایاں ہوتا کہ لرزاں و ترساں منبر کے گرد سے ہاتھ کو تھام لیتے۔ آنکھیں آنسوؤں سے پُر ہو تیں، گردن

کی رگیں پھول جاتیں جسم پر ایسی ایسی کپکپی ہوتی کہ بالائے جسم کپڑے بھی متحرک نظر آتے۔ روایت کے الفاظ یہ یاد پڑتے ہیں۔

اغرورقت عیناہ تنفخت اوداجہ وارتعدت ثیابہ۔[ؔ1]

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ الفاظ "ابوعبداللہ الحاکم" کے قلم سے کسی اور صحابی کے بارے میں نکلے ہوں کچھ بھی ہو اس بیان سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا روایت کے باب میں احتیاطی پہلو سامنے آجاتا ہے۔ پھر حضرت والا صفات رضؓ تو اپنی کثرتِ روایت کے اسباب خود ہی بیان فرماتے ہیں۔

مولانا اقبال صاحب نے خوب کیا کہ "ابوہریرۃ الصحابیؓ" کے پاکیزہ حالات وسوانح دیدہ ریزی سے جمع کر کے اپنے لیے زادِ آخرت اور صراطِ مستقیم کے طالبین کے لیے سنگِ میل مہیا کر دیا ہے اور ان واہی نکتہ چینیوں کا جواب باصواب یکجا کر دیا جو اس جلیل صحابی پر ظالم طبقہ کی جانب سے کیا جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر اور تالیف کو قبولیت عامہ کے شرف سے سرفراز فرمائے۔ آمین

وانا الاحقر الافقر محمد انظر الشاہ مسعودی

خادم التدریس بدر العلوم دیوبند

---

[1] ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ یہ کیفیت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر طاری ہوتی تھی (دیکھئے ابن ماجہ صـ۳ فی التوقی فی الحدیث) ممکن ہے کسی اور صحابی سے بھی یہ کیفیت منقول ہو ــــ اقبال

مکتوب گرامی

از حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی اعظم دار العلوم دیوبند

مکرمنا المحترم زادت مکارمکم ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی !

جناب کا یہ رسالہ احقر کی شدید علالت کے دوران موصول ہوا، شروع میں ہفتوں صحت انتظار میں گزر گئے۔ بالآخر سوچا کہ نہ معلوم یہ علالت کب تک ہے۔ ذرا اس رسالہ کو دیکھنا چاہیئے۔

اس دورانِ علالت دیکھنا شروع کر دیا، مضامین ایسے عمدہ اور دلچسپ آئے کہ سی دورانِ علالت میں وقفہ وقفہ سے پورا مضمون بغیر دیکھے چین نہیں آیا۔

ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات وکمالات اور بہت سے واقعات اس انداز و بہتر طریقہ سے جمع فرما دیئے ہیں کہ اب تک ایسا جامع و دل آویز مضمون یکجا مدلل و مکمل طور پر نظر سے نہیں گزرا تھا۔

عزیز موصوف کے لیے دل سے بے شمار دعائیں نکلیں۔ یہ سارے مضامین اس قابل ہیں کہ چہار دانگِ عالم میں جہاں تک ہو سکے شائع کر دیئے جائیں۔ فقط

(حضرت مولانا مفتی) نظام الدین (صاحبؒ)

مفتی دار العلوم دیوبند ۱۲، جنوری ۸۵ء

جو حضرات اس کتاب کو پڑھیں یا اپنے پاس رکھیں ان سے درخواست ہے کہ وہ ان چالیس احادیث کو کبھی کبھی اور کہیں کہیں اپنی مجالس میں ضرور پڑھ دیا کریں اور اپنے اعزہ و احباب کو سنا دیا کریں جو اس کتاب کے ص ۳۵ سے ص ۵۲ تک لکھی ہیں۔ اس اربعین ابی ہریرہؓ کو یاد بھی کریں اور ان کی نشر و اشاعت کو اپنے مؤلف عزیز اور راقم الحروف سب کے لئے صدقہ جاریہ سمجھیں۔ وما ذلك على الله بعزيز.

احقر العباد خالد محمود عفا اللہ عنہ

علامہ خالد محمود صاحب کی تازہ علمی پیش کش

حدیث کا پایۂ اعتبار (بزبانِ انگریزی)

سنّی اور شیعہ قدیم کتابوں کی روشنی میں

THE AUTHENTICITY OF HADITH

By
Dr. Khalid Mahmud M.A., Ph. D.
Director Islamic Academy of Manchester

جدید تعلیمیافتہ طبقے میں حدیث کے خلاف بہت غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں۔ مسلمان کتاب و سُنّت کو "حضور کی چھوڑی دو بھاری امانتیں" مانتے ہیں۔ شیعہ ثقلین سے کتاب اور عترتِ رسولؐ مراد لیتے ہیں۔ منکرینِ حدیث اسے نفی حدیث کا اعلان سمجھتے ہیں۔ اس کتاب میں اس پر بھی شہادت پیش کی گئی ہے کہ شیعہ حُجّیتِ حدیث کے مُنکر نہیں ہیں گو ان کا ذخیرہ حدیث ہم سے جُدا ہے۔ اصولی اختلافات کے باوجود دونوں حجّیتِ حدیث پر متفق ہیں۔

ضرورت ہے کہ یہ گرانقدر علمی خدمت ہر سکول، کالج، یونیورسٹی، دینی درسگاہ اور دیگر اہم لائبریریوں میں موجود ہو۔ علامہ صاحب نے انگریزی خواں حلقوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے انگریزی میں لکھا ہے۔ یہ علمی تحفہ آفسٹ کاغذ پر انگریزی جلد کے ساتھ نہایت عمدہ طباعت سے آراستہ ہے۔ اسے خود بھی پڑھیں، لائبریریوں میں بھی رکھوائیں اور اپنے علم دوست احباب کو بھی تحفۃً بھیجیں۔

ناشر
دار المعارف۔ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

19 CHARLTON TERRACE OFF UPPER BROOK STREET
MANCHESTER - U.K.